پھر وہ لوگ مدینہ لوٹے، تو آپ نے مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو بھی ساتھ کر دیا کہ وہ اہل مدینہ کو قرآن پڑھائیں اور انھیں دین کے احکام سکھائیں۔

اس طرح مدینہ میں اسلام بہت تیزی سے پھیلا۔ لوگ پہلے ہی سے حق کے پیاسے تھے۔ اور مدت سے اس کے لیے تڑپ رہے تھے۔ اسلام کو پا کر اُن کی پیاس بجھی۔ اور دل کی بے چینی دُور ہوئی۔ اسی لیے حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کو اشاعتِ اسلام میں کوئی خاص زحمت نہ ہوئی لوگ پروانہ وار دین پر ٹوٹ پڑ رہے تھے۔ اور حضرت مصعب رضی اللہ عنہ پورے جوش اور ولولہ سے ان کو علم دین سکھا رہے تھے۔ یہاں تک کہ کچھ لوگ اندھی غیرت اور حمیت سے سرشار ہوتے اور اسلام کی طرف دیکھنا بھی عار سمجھتے۔ لیکن جونہی دین کی برکتیں دیکھتے، اور قرآن کی چند آیتیں سنتے، پتھر سے موم ہو جاتے۔ خود بھی اسلام میں آجاتے۔ اوروں کو بھی اس کی دعوت دیتے۔

حضرت مصعب رضی اللہ عنہ مدینہ والوں کو دین سکھاتے اور نمازیں پڑھاتے رہے۔ یہاں تک کہ گھر گھر دین کا چراغ روشن ہو گیا اور گلی گلی اسلام کا ڈنکا بجنے لگا۔ بس کچھ ہی بدنصیب تھے، جو شرک پر اڑے رہے۔ اور آبائی دین چھوڑنے پر تیار نہ ہوئے۔

اللہ اہل مدینہ کا بھلا کرے! ایک ہی سال میں وہاں اتنے مسلمان ہوئے، کہ مکہ میں برسوں میں نہ ہوئے!

انھوں نے محمد کے نام کا جھنڈا لہرایا اور ہر طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بول بالا کیا۔ ٹھیک اس وقت جب کہ قوم آپ کو مٹا دینے کے درپے تھی! اس لیے کوئی حیرت کی بات نہیں، اگر مسلمانوں کے دل اہل مدینہ کی محبت سے لبریز ہو گئے۔ ان سے قریب ہونے کے لیے بے تاب ہو گئے۔ اور اُن تک پہنچنے کے لیے اس طرح تڑپنے لگے، جیسے پنجرے میں ایک پرندہ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس سلسلہ میں کافی فکر مند تھے۔ کیونکہ اب ایسے جانباز مل گئے تھے، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دینے کے لیے تیار تھے! ایسے مددگار مل گئے تھے، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت کے لیے سراپا انتظار تھے! اور ایسے انصار مل گئے تھے، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہ نثار ہونے کے لیے بے قرار تھے۔

پھر لگاتار ایسی خبریں آرہی تھیں، جو آپ کے لیے انتہائی مسرت بخش تھیں۔ اور جو ایک نہایت حسین اور تابناک مستقبل کا پتہ دے رہی تھیں۔

مدینہ والوں نے دل و جان سے آپ کی باتیں قبول کی تھیں اور انھوں نے عزم کیا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کریں گے اور جان پر کھیل کر آپ کی حفاظت کریں گے۔ چنانچہ ان کی شدید خواہش ہوئی کہ کسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت کا شرف انھیں حاصل ہو جائے۔ ایک روز آپس میں وہ بولے:

"رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں پریشان ہیں۔ مدد کے لیے پکارتے ہیں، لیکن کوئی نہیں سنتا۔ آخر یہ شرمناک منظر ہم کب تک دیکھتے رہیں گے؟"

پھر انھوں نے طے کیا کہ اب کی حج کے دن آئے تو مکہ جائیں گے اور رسولِ خدا کو مدینہ بلائیں گے نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر طرح کی حفاظت اور مدد کا عہد کریں گے۔

www.nuranurdu.com

قریش کا یہی انداز رہا۔ دن رات کا یہی برتاؤ رہا۔ بد قسمتی سے جو بھی ان کے ہاتھ لگ گیا، بے دردی سے اسے پیس کر رکھ دیا گیا۔ بالآخر تڑپ تڑپ کر اس نے دم توڑ دیا۔ اسی طرح کتنی ہی عورتیں بیوہ ہو گئیں۔ اور کتنے ہی بچے یتیم!

لیکن اس پر بھی ان کو اطمینان نہ تھا۔ وہ محمد کی طرف سے سخت فکر مند تھے۔ خود سوچتے اور جس سے ملتے، یہی سوال کرتے:

''محمد نے ساتھیوں کو تو مدینہ بھیج دیا، لیکن۔۔۔ کیا وہ خود بھی۔۔۔ وہیں جائے گا؟''

کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ خود یہیں رہے۔ اور ساتھی مدینہ میں۔ حبشہ کی ہجرت میں تو یہی ہوا تھا۔

قریش کے ذہن و دماغ پر یہ سوالات چھائے ہوئے تھے۔ اور وہ بڑی بے تابی سے باہم چہ میگوئیاں کر رہے تھے۔ لیکن ہو گا کیا؟ اس سے بالکل بے خبر تھے۔

تو کیا قریش باہم چہ میگوئیاں ہی کر کے رہ گئے؟ نہیں ایسا نہ تھا۔ وہ برابر فکر مند رہے اور مسلسل سوچتے رہے کہ محمد کے مقابلہ میں کون سی انوکھی چال چلی جائے؟ اور کون سی تیر بہدف تدبیر کی جائے؟

کہیں ایسا نہ ہو کہ ساتھیوں کی طرح وہ بھی ہاتھ سے نکل جائے، کہ پھر تو بڑی آفت ہو گی۔ سارا مدینہ تو اس کا جاں نثار ہے ہی، مکہ کے سب مسلمان بھی وہیں ہیں۔ ان سب کو لے کر وہ ہم پر چڑھائی کر دے گا۔

مسلمانوں پر قریش کی بڑی سخت نگرانی تھی۔ ہر آن سخت پہرہ تھا۔ لیکن اس کے باوجود مکہ خالی ہو گیا۔ اور سارے مسلمان ایک ایک کر کے مدینہ چلے گئے۔ حمزہ رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ، زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سبھی چلے گئے اور اب پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف علی رضی اللہ عنہ اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رہ گئے۔ اور مکہ میں صرف وہ مسلمان رہ گئے۔ جو بد قسمتی سے دھر لیے گئے تھے اور تڑپ تڑپ کر مظلومی کے دن کاٹ رہے تھے۔

آخر میں ابو بکر رضی اللہ عنہ بھی جنابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے۔ اور ہجرت کی اجازت چاہی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جلدی نہ کرو۔ شاید خدا کسی ساتھی کا انتظام کر دے۔''

ابو بکر رضی اللہ عنہ سمجھ گئے کہ آپ کی بھی ہجرت قریب ہے۔ بس اب حکم الٰہی کا انتظار ہے۔ چنانچہ خوشی خوشی وہ گھر آئے اور سفر کی تیاریوں میں لگ گئے۔

==========

محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم

الوداع اے وطن !

www.quranurdu.com

- رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کا حکم
- ایک سازشی کانفرنس
- خونِ اطہر میں ہاتھ رنگنے کی ناپاک اسکیم
- گھر کا محاصرہ
- امین قریش کی بے مثال امانتداری
- غارِ ثور میں قیام
- قریش کی بوکھلاہٹ
- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پالینے کی ناکام کوشش
- مدینہ کے لیے روانگی
- قریش کی مایوسی اور ملال
- سراقہ کی آنکھیں کھل گئیں
- حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بے تابیٔ شوق
- قبا میں قیام
- مدینہ میں انتظار کا عالم
- مدینہ کی گلیوں نے کبھی ایسا نظارہ نہ دیکھا۔
- انصار و مہاجرین میں بھائی چارہ
- یہودیوں کا جوڑ توڑ

ہجرت کا حکم آ گیا۔ اسی موقع پر اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک دعا بھی سکھائی۔ بہت ہی پیاری اور شیریں دعا:

وَ قُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطَانًا نَّصِیْرًا (بنی اسرائیل :80)

''اور دعا کرو، پروردگار! مجھ کو جہاں بھی تو لے جا، سچائی کے ساتھ لے جا اور جہاں سے بھی نکال، سچائی کے ساتھ نکال۔ اور اپنی طرف سے ایک اقتدار کو میرا مددگار بنا۔''

مسلمان مظالم سہتے سہتے تنگ آ چکے تو حضور نے انھیں مدینہ ہجرت کرنے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ انھوں نے چوری چھپے مدینہ کا رخ کیا۔

لیکن خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو ظالموں کا اصل نشانہ تھے، اپنے لیے حکم خدا کا انتظار کرتے رہے کہ آقا کی اجازت ہو، تو مکہ کو خیر باد کہیں۔ اور ان مخلص ساتھیوں سے جا ملیں جنھوں نے صرف اللہ کے لیے اپنا وطن چھوڑا تھا۔ اور انصار کے شوق ملاقات میں نہ مال کی پروا کی تھی۔ نہ اولاد کی۔ انصار کون؟ وہی خوش نصیب جنھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی تھی، آپ کو حفاظت کی خدمات پیش کی تھیں۔ اور جنھوں نے دستِ مبارک میں ہاتھ دے کر راہِ خدا میں سرفروشی کا عہد کیا تھا۔

اللہ مہاجروں کا بھلا کرے۔ انھوں نے صرف خدا کے لیے کن کن نعمتوں سے ہاتھ دھویا اور کیسی کیسی چیزوں پر صبر کر لیا۔ انصار کا بھی بھلا کرے، کہ انھوں نے دینی بھائیوں کو اپنے یہاں بلا کر انھیں اپنے گھروں میں ٹھہرایا۔ صرف اللہ کی خوشی کے لیے۔

بالآخر ہجرت کا حکم آ گیا اور آپ نے مدینہ کا ارادہ کر لیا۔ اس وقت قریش کی بھی سازش مکمل تھی اور سارا خاکہ تیار تھا۔ بات کیا تھی؟ مسلمانوں نے ہجرت کی تو انھیں دعوت کے لیے ایک وسیع میدان ہاتھ آ گیا۔ لوگ اسلام کی برکتیں دیکھ کر بہت متاثر ہوئے اور بہت تیزی سے اس کی طرف بڑھنے لگے۔ ہر طرف اسلام کا چرچا ہونے لگا۔ اور مسلمانوں کا زور بڑھنے لگا۔ قریش نے یہ دیکھا، تو بہت گھبرائے۔ انھیں محسوس ہوا کہ اب شامت سر پر منڈلا رہی ہے۔ اور طرح طرح کے خطرے سر اٹھا رہے ہیں قریش وانصار میں نہایت زوردار جنگ کے بھی آثار نمایاں تھے۔ اس سے ان کے اور ہوش اُڑ گئے۔ سوچا کہ اس طرح تو ہمارا شام جانا بھی بند ہو جائے گا۔ تجارت بالکل ٹھپ ہو جائے گی اور ہم دانہ، دانہ کو ترس جائیں گے۔ چنانچہ وہ دار الندوہ میں جمع ہوئے، کہ یہی ان کا ''مشاورت گھر'' تھا۔ یہاں سب لوگ سر جوڑ کر بیٹھے اور کوئی تدبیر سوچنے لگے، جس سے اسلام کا سیلِ رَواں رک جائے۔ اور چمنستانِ دین میں خاک اُڑنے لگے۔ لوگوں نے مختلف رائیں پیش کیں:

ایک نے کہا: ''محمد کے ہاتھ پاؤں میں زنجیریں ڈال دیں۔ پھر کسی مکان میں بند کر دیں۔''

دوسرا بولا: ''خدا کی قسم! اگر قید کیا، تو ہر طرف چرچا ہو جائے گا۔ پھر تو بہت بُرا ہو گا۔ مسلمان فوراً چڑھائی کر دیں گے اور جب تک ہم سے اسے چھین نہیں لیں گے، دم نہیں لیں گے۔''

تیسرا بولا: ''محمد کا یہاں رہنا اچھا نہیں۔ کہیں دُور دراز علاقہ میں چھوڑ آیا جائے۔ پھر وہ جہاں چاہے جائے، اور جس جگہ چاہے، رہے۔''

www.quranurdu.com

چوتھا بولا: ”یہ رائے تو بڑی بودی ہے۔ دیکھتے نہیں، وہ کیسی میٹھی میٹھی باتیں کرتا ہے۔ کتنے سلیقہ کی گفتگو کرتا ہے۔ منٹوں میں دل موہ لیتا ہے۔ ایسا کرنے میں تو خطرہ ہی خطرہ ہے۔ یا تو وہ کسی دوسرے قبیلہ میں پہنچ جائے گا اور اپنی جادو بیانی سے انھیں ہمنوا بنالے گا۔ ورنہ مدینہ پہنچ جائے گا۔ اور وہاں پہنچنا تو اور زیادہ خطرناک ہوگا۔ جاتے ہی وہ ساتھیوں کو ساتھ لے گا اور ہم کو پیس کر رکھ دے گا۔“

پھر آخر کیا کریں؟ سب ایک ساتھ بول اُٹھے۔ آوازوں سے گھبراہٹ اور مایوسی ٹپک رہی تھی۔

ابو جہل بولا ایک شکل ہے، جواب تک کسی نے نہیں سوچی۔

سب نے پوچھا (بڑی بے تابی سے) ”ارے، وہ کیا ابوالحکم؟“

اس نے کہا: ”میری رائے یہ ہے کہ پہلے ہم ہر قبیلہ سے ایک پہلوان اور شیر دل جوان چنیں۔ پھر ہر ایک کے ہاتھ میں تلوار دیں۔ اور سب ایک ساتھ محمد پر ٹوٹ پڑیں۔ اس طرح اس کا کام تمام ہو جائے گا اور ہم کو ہمیشہ کے لیے آرام مل جائے گا۔ کیونکہ اس طرح خون تمام قبیلوں میں بٹ جائے گا اور ظاہر ہے کہ بنی ہاشم تمام قبیلوں کا مقابلہ تو نہ کر سکیں گے۔ مجبوراً خون بہا (یعنی سو اونٹ) پر ہی راضی ہو جائیں گے۔“

یہ رائے سب کو پسند آئی۔ سب خوشی سے اچھل پڑے اور سب نے ابو جہل کو مبارکباد دی۔

ابوالحکم! سچ مچ رائے تو اسے کہتے ہیں۔

پھر مجلس برخاست ہوگئی۔ اور اب ہر ایک خوشی سے ناچ رہا تھا، گویا محمد دنیا سے چلے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کا نام و نشان مٹ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد بھی ذہنوں سے محو ہوگئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت سے دنیا ناآشنا ہوگئی اور اس پر گردشِ زمانہ کی تہیں پڑ گئیں۔ لوگ گئے۔ اور ان جوانوں کا انتخاب کرنے لگے، جو محمد کا کام تمام کریں گے۔ اور ان تلواروں کا انتظام کرنے لگے، جنھیں وہ جسم اطہر پر چلائیں گے۔

وَ اِذْ یَمْكُرُ بِكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْكَ اَوْ یَقْتُلُوْكَ اَوْ یُخْرِجُوْكَ وَ یَمْكُرُوْنَ وَ یَمْكُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَیْرُ الْمٰكِرِیْنَ (الانفال:30)

”اور وہ وقت یاد کرو جب کافر تمہارے بارے میں چالیں چل رہے تھے کہ تمھیں قتل کر دیں یا تمھیں جلا وطن کر دیں وہ اپنی چالیں چل رہے تھے۔ اور اللہ اپنی چال چل رہا تھا اور اللہ سب سے عمدہ چال چلنے والا ہے۔“

مشرکوں نے قتل کی اسکیم بنالی اور اس کے لیے ہر ایک نے کمر کس لی۔ کیونکہ اب تو خون سارے قبیلوں میں بٹ رہا تھا اور چونکہ سارے قبیلے اس میں شریک ہو رہے تھے، آلِ ہاشم بدلہ بھی نہیں لے سکتے تھے ادھر۔

خدا کا نور خندۂ زن تھا باطل کی لیاقت پر

اللہ کا فیصلہ تھا کہ آپ پر ذرا بھی آنچ نہ آئے۔ چنانچہ قریش کی تدبیر اُلٹی ہوگئی اور وہ خود اپنی سازش کا نشانہ بن گئے۔ اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی فرمائی اور وہ اپنا سا منہ لیے رہ گئے۔

==========

وہ بھیانک رات آگئی، جس میں مشرکوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی گھات میں بیٹھنے کا عزم کیا تھا۔ چنانچہ انھوں نے گھر کو گھیر لیا۔ اُف! کتنا بھیانک منظر تھا وہ! آنکھوں میں چنگاریاں تھیں اور ہاتھوں میں نہایت تیز تلواریں جن کی باڑھوں میں موت چھپی بیٹھی

www.quranurdu.com

تھی۔ عرب میں زنانہ مکان کے اندر گھسنا معیوب تھا۔اس لیے وہ باہر ٹھہرے رہے۔اور موقع کی تاک میں لگے رہے کہ محمد نکلیں اور وہ آپ کی تکہ بوٹی کر دیں۔

اِدھر اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر کر دی۔ حضرت علی رضی اللہ بھی ساتھ ہی تھے۔ان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مجھ کو ہجرت کا حکم ہو چکا ہے۔ دشمن آج گھر کو گھیرے ہوئے ہیں اور میرے قتل کے لیے بے تاب ہیں۔''

پھر فرمایا:

''علی ! میں آج مدینہ روانہ ہو جاؤں گا۔ تم میرے بستر پر سو رہو اور میری سبز چادر بھی اوڑھ لو۔ اللہ نے چاہا تو کوئی تکلیف نہ پہنچے گی۔ صبح جا کر سب امانتیں واپس کر دینا۔ پھر تم بھی چلے آنا۔''

بات کیا تھی؟ قریش اگر جان کے دشمن تھے۔ لیکن آپ ہی ان کے لیے ''امین'' بھی تھے۔ جس کو کوئی امانت رکھنی ہوتی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے پاس رکھتا۔اس وقت بھی آپ کے پاس بہت امانتیں تھیں۔یہی وجہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ساتھ نہ لے گئے۔امانتیں واپس کرنے کے لیے مکہ ہی میں چھوڑ گئے۔

اللہ ! اللہ ! شاید زمین و آسمان نے ایسا نظارہ کبھی نہ دیکھا۔ایک طرف خون کے پیاسے دشمن ہیں۔ہاتھوں میں خوں آشام تلواریں ہیں۔ گھر وہ گھیرے ہوئے ہیں، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلیں۔ اور وہ جسم مبارک کے پرزے اُڑا دیں۔ اور دوسری طرف ''امین قریش'' کی ایماندار ہے ! امانتوں کا اس کے پاس انبار ہے۔ یہ امانتیں کس کی ہیں؟ انہی ظالموں کی، جو آپ کے خون کے پیاسے ہیں۔ چاہیں، تو ساری امانتیں لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم چلے جائیں۔ نہ کوئی آپ کا کچھ کر سکے۔ اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ کہہ سکے۔ پھر اس وقت آپ نادار بھی ہیں۔ دولت کے شدید حاجت مند بھی ہیں۔ لیکن یہ سب کچھ ایک طرف ''امین قریش'' کی امانتداری ایک طرف اس میں سے ایک حبّہ لینا بھی گوارا نہیں۔ پھر یہ نہیں۔ پیارے بھائی کو بھی وہیں چھوڑ دیتے ہیں۔ ہاں خطرات کے نرغہ میں۔ کیوں؟ صرف اس لیے کہ ان ظالموں کی امانتیں اُن تک پہنچا دیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فی امان اللہ کہا۔اور آپ روانہ ہو گئے۔ جدا ہوتے وقت دونوں نے انتہائی شوق و محبت کے لہجہ میں کہا:

''اللہ کو منظور ہوا، تو پھر مدینہ میں ملیں گے۔''

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ بستر مرگ پر لیٹ گئے۔اور سبز چادر اوڑھ کر سو رہے۔ دشمنوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار تو تھا ہی۔ ایک ایک لمحہ اُن پر بار ہو رہا تھا۔ دیر ہو گئی، تو روزن سے وہ اندر جھانکنے لگے۔ بسترِ مبارک پر نظر پڑی، تو آپس میں بولے:

''وہ دیکھو ! محمد سو رہا ہے۔ جسم پر چادر بھی پڑی ہے۔''

پھر وہ سونے والے کا انتظار کرنے لگے، کہ وہ باہر آئے، اور سب ایک ساتھ اس پر ٹوٹ پڑیں۔اس سے پہلے ہوا یہ کہ رات زیادہ گزر گئی، تو اُن پر غفلت سی طاری ہو گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو چھوڑ کر باہر چلے آئے۔

اس سے دو ہی تین دن پہلے آپ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھر گئے تھے۔ دوپہر کا وقت تھا۔ دروازہ پر دستک دی۔ تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ باہر آئے۔ نظر پڑتے ہی بے ساختہ بولے:

''شاید کوئی خاص بات ہے، کہ حضرت نے اس وقت زحمت فرمائی !''

پھر اجازت کے بعد آپ گھر میں تشریف لے گئے۔اور فرمایا:

''یہاں کون لوگ ہیں؟ ذرا دیر کے لیے انھیں ہٹا دو۔ کچھ مشورہ کرنا ہے۔''

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

''یہاں آپ کی حرم کے سوا اور کوئی نہیں (عائشہ سے شادی ہو چکی تھی)''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہجرت کی اجازت مل گئی ہے۔''

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ (نہایت بے تابی سے):

''میرا باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا۔ کیا۔۔۔ مجھ کو بھی رفاقت کا شرف حاصل ہو گا؟''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں۔''

یہ سننا تھا کہ آنکھوں میں خوشی کے آنسو تیرنے لگے۔ عرض کیا:

''اللہ کے رسول! میں نے کچھ سامان تیار کیا ہے جو جہاد میں کام آئے گا۔ سفر کے لیے دو اونٹنیاں بھی تیار کر لی ہیں اور عبداللہ بن اَرقط سے بھی بات کر لی ہے۔ سفر میں اس سے سہولت رہے گی۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ابھی اونٹنیوں کی ضرورت نہیں۔ پہلے تو ہم جنوب کا رخ کریں گے اور غارِ ثور میں کچھ دن ٹھہریں گے۔''

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سمجھ گئے کہ اس میں کیا مصلحت ہے؟ اس سے پہلے بھی وہ بارہا آپ کی حیرت انگیز سوجھ بوجھ کا تجربہ کر چکے تھے۔ اور جانتے تھے کہ آپ کتنی باریک تدبیریں کرتے ہیں، کہ دشمن اپنا سا منہ لے کر رہ جاتے ہیں۔

غارِ ثور مکہ سے جنوب میں ہے، تین میل کی مسافت پر۔ اور یمن کے راستہ میں ہے۔ آپ سمجھتے تھے کہ ہر شخص جو سنے گا کہ محمد مکہ سے چلے گئے وہ یہی سمجھے گا کہ محمد مدینہ ہی کے راستے میں ہوں گے اور شمال کی طرف دَوڑے گا کیونکہ مدینہ مکہ سے شمال میں ہے۔ چنانچہ آپ نے ایسا نقشہ بنایا، کہ پیچھا کرنے والے ناکام ہو کر لوٹ جائیں اور ان کو پتہ بھی نہ چلے کہ آپ کدھر گئے؟ اور کہاں گئے؟

مکہ کی آخری رات جب کہ دشمنوں نے گھر کو گھیر لیا تھا، سیدھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچے۔ ان کو ساتھ لیا اور گھر کے عقب میں ایک کھڑکی تھی۔ اس سے نکل کر باہر آئے اور رات کے پر سکون اور تاریک سناٹے میں تیز تیز قدم بڑھانے لگے۔ پھر مکہ سے باہر پہنچے، تو جنوب کا رخ کیا۔ اور غارِ ثور کی طرف تیزی سے بڑھے۔

ادھر صبح تڑکے ہی حضرت علی کی آنکھ کھل گئی۔ اور وہ بستر چھوڑ کر اُٹھ گئے۔ آہٹ ہوئی، تو دشمن بھی چوکنے ہو گئے، کہ اب کام کرنے کا وقت آ گیا۔

لیکن۔۔۔ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر سے کون اٹھا؟

لوگ بار بار بے تابی کے ساتھ رَوزَن سے اندر جھانکتے۔ اور حیران ہو کر وہاں سے ہٹ جاتے۔

یہ سو کر اٹھنے والا محمد تو نہیں! یہ تو ابو طالب کا لڑکا علی رضی اللہ عنہ ہے۔

www.quranurdu.com

اُف !اُف ! یہ کیا ماجرا ہے ؟

یہ وہ الفاظ تھے، جو بے اختیار اُن کی زبانوں سے نکلے۔ وہ بالکل حیرت کی مورت بن گئے تھے۔

کیا ہم رات بھر علی رضی اللہ عنہ کے لیے بیٹھے رہے ؟ کیا ہم نے علی رضی اللہ عنہ کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ لیا تھا؟

علی رضی اللہ عنہ آج محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر کیوں سویا؟ اور محمد کہاں ہے ؟''

ہر ایک بد حواسی میں ایک دوسرے سے پوچھ رہا تھا۔ لیکن جواب دینے والا کوئی نہ تھا۔ پھر کچھ ہی دیر میں ان کے آدمی بھی آ پہنچے۔ اور اب دیکھتے ہی دیکھتے لوگوں کی ایک بھیڑ تھی، لوگ بے تابی سے چلے آرہے تھے کہ دیکھیں محمد کا کیا حشر ہوا؟ لیکن یہاں پہنچے تو معلوم ہوا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو کہیں چھپ گئے۔

سب حیران رہ گئے۔ غم و غصہ سے بد حال ہو گئے۔ گھر میں گھس کر علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا:

''تمہارا ساتھی کہاں ؟''

جواب ملا: ''مجھے نہیں معلوم۔''

اب وہ علی کو پکڑ کر باہر لائے اور بے تحاشا انھیں پیٹتے رہے، کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا پتہ چل جائے۔ لیکن علی رضی اللہ عنہ بار بار یہی کہتے رہے !''مجھے معلوم نہیں !''

پھر جب وہ بالکل مایوس ہو گئے تو علی رضی اللہ عنہ کو لے جا کر کعبہ میں بند کر دیا۔ مگر وہاں بھی ان کو رحم نہ آیا اور وہ برابر ستاتے رہے۔ یہاں تک کہ کچھ رشتہ دار بیچ میں پڑے اور اس طرح کہیں جا کر ان کی جان چھوٹی۔

جس روز مشرکوں نے قتل کی اسکیم بنائی۔ اسی روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ سے نکل گئے۔ اس کا مشرکوں کو سخت صدمہ ہوا۔ چنانچہ غصہ سے وہ دیوانے ہو گئے۔ اور بد حواسی کے عالم میں آپ کو اِدھر اُدھر ڈھونڈنے لگے۔ کوئی تو مدینہ کی سمت دوڑا۔ اور کچھ لپک کر ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھر گئے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ کے گہرے دوست ہیں اور آپ کو ان سے خاص لگاؤ ہے۔ انہی لوگوں میں ابو جہل بھی تھا۔ کنڈی کھٹکھٹائی، تو بڑی بیٹی اَسماء نکلیں۔ دشمنوں نے پوچھا: ''باپ کہاں ہیں ؟''

اَسماء نے جواب دیا: ''کچھ پتہ نہیں وہ کہاں گئے۔''

دشمن سمجھ گئے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی فرار ہو گئے۔ ابو جہل غصہ سے بے تاب تو تھا ہی۔ بدبخت سے برداشت نہ ہوا۔ اور اس نے اتنی زور سے معصوم گال پر ایک چانٹا رسید کیا کہ کان سے بال چھٹک کر دُور جا گری۔ پھر دشمن لوٹ آئے اور کوئی ایسا شخص تلاش کرنے لگے، جو پیروں کے نشان پہچانے اور ان کی رہنمائی کرے۔ تلاش کے بعد ایک آدمی مل گیا۔ جو پیروں کے نشان پہچاننے میں ماہر تھا۔ نام اُس کا سراقہ بن مالک تھا۔ وہ رسول اور عاشقِ رسول کے پیروں کے نشانات دیکھتا ہوا چلا۔ پیچھے پیچھے قریش کا ایک مجمع تھا۔ چلتے چلتے وہ مکہ سے باہر آ گئے۔ اب سراقہ نے جنوب کا رخ کیا اور کوہِ ثور کی طرف بڑھا۔ لوگ سخت حیران تھے۔ ہر ایک تعجب سے کہہ رہا تھا:

آخر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کدھر گیا؟ جنوب کی طرف یا شمال کی طرف۔''

www.quranurdu.com

دشمنوں کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا۔ لیکن وہ سراقہ کے ساتھ چلتے رہے کہ شاید وہ کامیاب ہو جائے۔ سراقہ ریت پر پیروں کے نشان دیکھ دیکھ کر چلتا رہا۔ پھر۔۔۔۔ پھر وہ کوہِ ثور پر چڑھنے لگا۔

اللہ! اللہ! خدا نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کیا تھا کہ:

''وہ دشمنوں کی سازش کو ناکام کردے گا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ذرا بھی آنچ نہ آنے دے گا۔''

بھلا اُس سے بڑھ کر سچا کون ہو سکتا ہے؟

سراقہ پہاڑ پر چڑھ گیا۔ دشمنوں کا قافلہ بھی ساتھ تھا۔ پھر اچانک وہ رک گیا۔ چہرہ اُداس اُداس تھا۔ اور انتہائی حیرانی اور گھبراہٹ کا پتہ دے رہا تھا اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب کہاں جائے، اور کدھر جائے! دشمنوں نے یہ کیفیت دیکھی، تو پوچھا:

''کیا بات ہے؟''

سراقہ نے سامنے ایک پتھر کی طرف اشارہ کیا۔ اور کہا: ''اس پتھر تک تو وہ دونوں آئے، پھر نہیں معلوم، کدھر گئے؟''

یہ کہنا تھا کہ ایک قہقہہ بلند ہوا: ''ارے سراقہ! آج تمھیں کیا ہو گیا؟ خدا کی قسم، اس طرح تو تم کبھی نہیں بہکے!''

پھر کچھ فاصلہ پر ایک چرواہا دکھائی دیا، جو اپنی بکریاں چرا رہا تھا۔ دشمنوں نے پوچھا:

''کیا اس پہاڑ پر دو آدمیوں کو چڑھتے ہوئے دیکھا ہے؟''

جواب ملا: ''میں نے تو کسی کو نہیں دیکھا۔ لیکن دیکھ لو، ہو سکتا ہے کہ غار میں ہوں۔''

اب قریش تیزی سے پہاڑ پر چڑھے۔ پھر بے تحاشا غار کی طرف لپکے۔ تیر، تلوار اور لاٹھی سب سے وہ مسلح تھے اور ہر ایک کی تمنا تھی کہ محمد کو مارنے کا سہرا اُسی کے سر بندھے!

واہ رے محمد۔۔۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُس وقت غار میں کھڑے نماز میں مصروف تھے۔ اور یارِ غار پاس ہی بیٹھے تھر تھر کانپ رہے تھے۔ دل دھک دھک کر رہا تھا، کہ کہیں ظالموں کی نظر آپ پر نہ پڑ جائے۔

دشمنوں کی آوازیں بھی کانوں میں آرہی تھیں۔ ان کے رخ کا بھی اندازہ ہو گیا تھا۔ اور اب تو پیروں کی آہٹ، لاٹھیوں کی کھٹ کھٹ اور چیخ و پکار کی خوفناک آوازیں قریب تر ہوتی جارہی تھیں۔۔۔۔ ابو بکر چپ چاپ تھے۔ نگاہیں آپ پر گاڑے ہوئے۔ رہ رہ کے ان کا دل چاہتا کاش میں محمد کو دل کے اندر چھپا سکتا۔ کاش میں آپ کو اپنا جسم اُوڑھا سکا پھر حضور نماز سے فارغ ہو گئے۔ حضور کی جان خطرہ میں دیکھ کر ابو بکر رضی اللہ عنہ خوف و گھبراہٹ سے بد حال تھے۔ چہرہ اترا ہوا تھا۔ اور دل بیٹھا جارہا تھا۔ آپ سب بھانپ گئے۔ فوراً ڈھارس بندھائی اور فرمایا: ''گھبراؤ نہیں، خدا ہمارے ساتھ ہے۔

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (التوبة:40)

قریش کا ایک جوان تیزی سے غار کی طرف بڑھا۔ ابھی کچھ دُور ہی تھا کہ اچانک رک گیا۔ پھر اُلٹے پاؤں لوٹ پڑا۔ حسرت و افسوس سے چہرہ زرد تھا۔ یاس و ناامیدی میں غرق تھا۔

اس کے ساتھی بھی پیچھے پیچھے تیزی سے بڑھ رہے تھے۔ اس کو دیکھ کر وہ بھی ٹھہر گئے اور بولے:

''کیا بات ہوئی؟ غار میں جانکے بغیر کیوں لوٹ پڑے؟''

www.quranurdu.com

اس نے کہا۔۔۔اور مایوسی سے اُس کا دل ڈوبا جارہا تھا:

''ابھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیدا بھی نہ ہوا تھا، اُس وقت سے اس پر مکڑی کا ڈیرہ ہے۔ غار کے منہ پر دو جنگلی کبوتروں کا گھونسلہ بھی ہے۔ راستہ میں درخت بھی کھڑا ہے اس سے مجھے اندازہ ہوا کہ اس کے اندر کوئی نہیں ہو سکتا۔''

یہ آواز ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بھی سنی۔ سمجھ گئے کہ اللہ اپنے رسول کو بچانا چاہتا ہے اس کے یہ سارے انتظامات ہیں۔ دشمن غار کے منہ تک پہنچ گئے تھے۔ اور وہیں اِدھر اُدھر ٹہل رہے تھے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ ان کے پیروں کو بھی دیکھ رہے تھے۔ لیکن خدا کا کرنا، کسی نے جھانک کر بھی غار کے اندر نہ دیکھا۔ ابو بکر نے آپ کے کان میں آہستہ سے کہا:

''ان میں سے کسی کی اپنے پاؤں پر نظر پڑ جائے، تو ہم کو دیکھ لے۔''

آپ نے فرمایا: ''ابو بکر رضی اللہ عنہ! ان دو کے بارے میں تمہارا خیال ہے، جن کا تیسرا اللہ ہے؟''

پھر دشمن، غار کے پاس سے چلے گئے اور اب وہ پہاڑ سے نیچے اُترنے لگے کہ جا کر دوسری جگہیں بھی دیکھیں۔ اتنی دوڑ دھوپ اور تلاش و جستجو کے باوجود ناکامی ہوئی۔ پھر بھی اُن کے حوصلے ویسے ہی بلند رہے اور وہ ویسے ہی دوڑ دھوپ میں لگے رہے۔ کیونکہ قریش نے اعلان کیا تھا کہ، جو محمد کو پکڑ کر لائے گا، سو اونٹ انعام پائے گا۔ ہر ایک چاہتا تھا کہ یہ سو اُونٹ اسی کو ملیں۔ اس لالچ کے پیچھے وہ دیوانے تھے۔ کیسی تکان، اور کیسی زحمت؟ سب سے بیگانہ تھے۔

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تین دن اسی غار میں ٹھہرے رہے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبد اللہ دن بھر پتہ لگاتے کہ قریش کیا کیا منصوبے بنا رہے ہیں؟ پھر جو کچھ خبر ملتی، رات کو آکر سنا جاتے۔ ساتھ میں ان کی بہن اَسماء بھی ہوتیں یہ گھر سے کھانا پکا کر لاتیں، کچھ رات گئے، ابو بکر رضی اللہ عنہ کا غلام عامر بن فُہیرہ بکریاں چرا کر لے آتا۔ آپ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ان کا دودھ پی لیتے۔ پھر تینوں مکہ واپس چلے جاتے۔ عبد اللہ اور ان کی بہن آگے آگے ہوتیں اور عامر بن فُہیرہ اور اس کی بکریاں پیچھے پیچھے۔ تاکہ ان دونوں کے پیروں کے نشانات مٹتے جائیں۔

اس طرح تین دن گزر گئے۔ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کی تلاش اب رک گئی اور جو لوگ آپ کو ڈھونڈنے نکلے تھے، وہ مایوس ہو کر گھروں کو لوٹ آئے۔ کیونکہ انھوں نے سوچا کہ اب تو سفر کا بیشتر حصہ طے ہو چکا ہوگا۔ اور اور اب تو محمد نہ جانے کہاں پہنچ گیا ہوگا۔ لہٰذا اب پیچھا کرنا فضول ہے۔

عبد اللہ روزانہ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور پیارے باپ کو قریش کی ساری خبریں سنایا ہی کرتے تھے، قریش کی مایوسی کا بھی حال سنایا۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سنا تو عبد اللہ سے کہا:

''میں نے جو دو اُونٹنیاں تیار کی ہیں، انھیں لیتے آنا۔ لیکن دیکھو، کسی کو پتہ نہ چلے۔ ساتھ میں عبد اللہ بن اَرقط کو بھی بلاتے لانا۔''

یہ ایک کافر تھا مگر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اس پر اعتماد تھا۔ اس لیے انھوں نے اسے اُجرت پر طے کر لیا تھا کہ کسی غیر آباد راستہ سے وہ مدینہ پہنچا دے۔

شام ہوتے ہی عبد اللہ غارِ ثور کے لیے روانہ ہو گئے۔ ساتھ میں ان کی بہن اَسماء اور عامر بن فُہیرہ بھی تھا۔ پیچھے پیچھے عبد اللہ بن اَرقط بھی تھا۔ جو حضرت ابو بکر کی دونوں اونٹنیاں اور اپنی ایک اونٹنی لے کر آرہا تھا۔

کچھ دیر میں یہ لوگ اونٹنیوں کے ساتھ غار پر آپہنچے۔ دونوں میں جو زیادہ اچھی تھی، اسے ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کیااور عرض کیا: ''اللہ کے رسول! اس پر سواری فرمایے۔''

محسن عالم کو کسی کا احسان لینا کب گوارا تھا۔ فرمایا: ''میں دوسرے کی اونٹنی پر نہیں بیٹھتا۔''

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

''یہ اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا ہوں۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نہیں جتنے میں خریدا ہے، اتنی ہی قیمت پر۔''

ابو بکر رضی اللہ عنہ کو مجبوراً تیار ہونا پڑا۔ حضرت اسماء نے سفر کا سامان کیا۔ گھر سے وہ ایک ناشتہ دان میں کھانا، اور پانی سے بھرا ہوا ایک مشکیزہ لائی تھیں۔ ان دونوں کو اونٹنی پر رکھنا تھا۔ مگر باندھنے کے لیے کوئی بندھن نہیں تھا۔ اس لیے پریشان ہوئیں کہ کیا کریں؟

پھر ایک ترکیب سمجھ میں آگئی۔ نِطاق[1] کو پھاڑ کر انھوں نے دو ٹکڑے کیے اور ایک سے ناشتہ دان اور مشکیزہ کو باندھ دیا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ذات النِّطاقَیْن (دو نطاقوں والی) کے لقب سے مشہور ہوئیں۔

پھر آپ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ دونوں اونٹنیوں پر سوار ہوگئے۔ عبداللہ بن اَرقط بھی اپنی اونٹنی پر بیٹھ گیا۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پیچھے غلام کو بھی بٹھا لیا کہ راستہ میں کوئی ضرورت پیش آئے، تو زحمت نہ ہو۔ پھر یہ قافلہ عبداللہ بن اَرقط کی رہنمائی میں روانہ ہو گیا۔ اور ساحلی راستے سے ہوتا ہوا چلا، جو بالکل سنسان اور غیر آباد تھا۔

==========

قریش کی حسرتوں کا خون ہو گیا۔ اور دل کے ارمان دل میں ہی رہ گئے۔ اس کا ان کو سخت صدمہ ہوا۔ چنانچہ اب وہ جہاں کہیں اکٹھا ہوتے، اسی کا رونا روتے۔ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ سے نکل گئے تھے۔ اس پر وہ ہاتھ ملتے قریش اپنی ایک مجلس میں بیٹھے اسی طرح رنج و غم کا اظہار کر رہے تھے کہ ایک آدمی اندر داخل ہوا۔ یہ کسی سفر سے لوٹ کر ابھی ابھی آیا تھا۔ اس نے کہا:

''میں ساحلی راستہ سے آرہا تھا کہ تین آدمی میرے سامنے ہی سے گزرے۔ میرا خیال ہے کہ وہ محمد اور ان کے ساتھ ہی تھے۔''

وہاں سراقہ نامی ایک آدمی بھی تھا۔ یہ جعشم کا بیٹا تھا۔ بہت ہی دُور رَس اور سمجھدار آدمی تھا۔ یہ بات سنی تو سمجھ گیا کہ اس آدمی کا اندازہ بالکل صحیح ہے۔ لیکن اس کی تمنا تھی کہ محمد کو پکڑنے کا فخر مجھ کو حاصل ہو اور انعام کے سو اونٹ بھی میرے ہی دروازہ پر بندھیں۔ چنانچہ اس نے لوگوں کو بہکانے کے لیے فوراً تردید کی۔ بولا:

''نہیں جی۔ اب وہ یہاں کہاں بیٹھے ہیں۔ ابھی ابھی کچھ آدمی میرے سامنے ہی تو اس طرف گئے ہیں۔ میں تو ان سے اچھی طرح واقف ہوں۔''

سب کو سراقہ کی بات صحیح معلوم ہوئی۔ اور کسی نے اس آدمی کی طرف دھیان نہ دیا۔ اس کے بعد سراقہ کچھ دیر تو وہاں بیٹھا رہا۔ پھر اُٹھا اور گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔

---

[1] اس کو عورتیں کمر سے لپیٹتی ہیں۔

گھر پہنچتے ہی وہ ہتھیار سج کر تیار ہو گیا۔ پھر اس نے اپنے ایک نوکر سے کہا اور اس نے گھوڑے پر زین کس کے اِسے مکہ سے باہر پہنچا دیا۔ کچھ ہی دیر میں سراقہ بھی نظریں بچا کر وہاں پہنچ گیا کیونکہ وہ چاہتا تھا کہ مکہ سے باہر جاتے ہوئے اسے کوئی نہ دیکھنے پائے پھر مکہ سے باہر پہنچ کر وہ گھوڑے پر سوار ہو گیا اور لگام چھوڑ دی۔ اب گھوڑا ٹاپیں مارتا، دھول اُڑاتا، تیزی سے ساحل کی طرف بڑھا۔

کیا یہ ممکن ہے کہ سراقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پالے، جب کہ اللہ نے غار پر منڈلانے والے خطرات سے آپ کو بچا لیا! نہیں ہر گز نہیں۔ اللہ محمد کی طرف سے اپنی نظر نہیں پھیر سکتا، جب کہ وہ وعدہ کر چکا ہے، ساری سازشیں ناکام کرنے کا۔

گھوڑا ابھی کچھ ہی دُور بڑھا تھا کہ اس نے ٹھوکر کھائی اور قریب تھا کہ وہ سراقہ کو زمین پر پھینک دے۔ لیکن سراقہ جلدی سے سنبھلا، اور پھر اس کو ایڑ لگائی۔ اب گھوڑا ہوا میں تیرنے لگا۔ مگر زیادہ دور وہ نہیں گیا تھا، کہ پھر ٹھوکر لگی۔ لیکن سراقہ کی ہمت پست نہ ہوئی اور اس نے دوبارہ گھوڑے کو سنبھالا اور پھر ایڑ لگائی۔ اگرچہ اب وہ کچھ مرعوب تھا۔ کچھ خوفزدہ اور ہراساں تھا۔ کچھ مایوسی کا بھی شکار تھا۔ ادھر گھوڑا پھر سرپٹ بھاگا چلا جا رہا تھا۔

قافلہ ایک دن، رات برابر چلتا رہا۔ راستے میں نہ کسی دشمن کا سامنا ہوا۔ اور نہ کوئی پیچھا کرنے والا نظر آیا۔ لہٰذا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اب بالکل اطمینان تھا اور دل کی گھبراہٹ اور پریشانی دُور ہو چکی تھی۔ حضور کے بارے میں اب کسی بھی خطرہ کا اندیشہ نہ رہ گیا تھا۔ پھر چونکہ یہ دوسرے دن دوپہر کا وقت تھا اور دھوپ کی گرمی سے جسم بھنا جا رہا تھا۔ اس لیے ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خواہش ہوئی کہ حضرت کچھ آرام فرمالیں۔ چنانچہ ہر طرف نظر دوڑائی تو ایک چٹان کے نیچے سایہ نظر آیا وہ وہیں جا کر اُتر گئے۔ پھر جلدی سے آپ کے لیے جگہ ٹھیک کر کے بکری کی کھال بچھائی اور کھانا پیش کیا۔ سب نے ایک ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا۔ پھر آپ نے تھوڑی دیر کے لیے آنکھ بند کر لی۔ اور آرام فرمانے لگے۔

سورج اب ڈھل چکا تھا اور اس وقت ہی ایک چرواہا بکریاں چرا رہا تھا۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جا کر اُس سے دودھ دوہنے کو کہا۔ پھر حضرت کے پاس آئے اور دودھ میں تھوڑا سا پانی ملا کر پینے کے لیے پیش کیا۔ آپ نے پی کر فرمایا:

''کیا ابھی چلنے کا وقت نہیں ہوا؟''

پھر آپ وہاں سے روانہ ہونے لگے۔ چنانچہ اچانک ابو بکر رضی اللہ عنہ کی نظر جنوب کی طرف پڑی۔ دیکھا تو ایک سوار بہت تیزی سے لپکا چلا آ رہا تھا۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ کا دل دھک دھک کرنے لگا۔ عرض کیا:

''اللہ کے رسول! اب تو ہم دھر لیے گئے!''

مگر آپ کے اطمینان کا وہی حال تھا۔ بہت ہی سکون کے ساتھ فرمایا: ''ابو بکر رضی اللہ عنہ! گھبراؤ نہیں۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔''

اللہ سچ مچ ان کے ساتھ تھا! سراقہ کا گھوڑا اب بہت قریب آ چکا تھا اب وہ بالکل نظروں کے سامنے تھا اور اس کی ٹاپوں کی آواز کانوں میں آ رہی تھی۔ لیکن یکایک بہت زور کی ٹھوکر لگی اور اس بار اس کے پاؤں گھٹنوں تک زمین میں تھے اور سوار لڑھک کر زمین پر۔ اس کا چہرہ ریت سے بالکل اٹ گیا اور ہمت نے بھی جواب دے دیا۔ سراقہ کو اب یقین ہو گیا، کہ آثار اچھے نہیں۔ اور میں نے جس کام کا بیڑا اُٹھایا ہے، خدا اس سے راضی نہیں۔ چنانچہ وہ وہیں رُک گیا۔ اور زور سے آپ کو اور ساتھیوں کو آواز دی:

www.quranurdu.com

''میں جُعشَم کا بیٹا سراقہ ہوں۔ ذرا ٹھہر جاؤ کچھ باتیں کروں گا۔ بخدا میں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ اطمینان رکھو، میں کچھ بھی نہیں کروں گا۔''

محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ابو بکر رضی اللہ عنہ! پوچھو، وہ کیا چاہتا ہے؟''

ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ''کہو، کیا چاہتے ہو؟''

سراقہ نے جواب دیا: ''امن کی تحریر''

رحمتِ عالم نے درخواست قبول کی۔ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کو لکھنے کا حکم دیا۔ چمڑے کا ایک ٹکڑا تھا۔ آپ نے جو کچھ فرمایا، ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس پر لکھ دیا پھر سراقہ کو دے دیا۔ سراقہ نے اس کو لیا۔ اور گھوڑے پر سوار ہو کر مکہ لوٹ آیا۔

یہ سب ہوا تھا، لیکن سراقہ نے کسی سے کچھ نہ کہا۔ البتہ اب اس کو آپ سے بے حد محبت تھی۔ اور بے انتہا الفت و ہمدردی۔ چنانچہ اب وہ دیکھتا کہ کوئی آپ کا پیچھا کرنے جا رہا ہے۔ یا تلاش کی غرض سے نکل رہا ہے، تو اُسے وہ بہکاتا۔ اور جس طرح بن پڑتا، روکنے کی کوشش کرتا۔

==========

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت ہوئی، تو مکہ میں علی رضی اللہ عنہ کے لیے کچھ نہ رہا۔ ایک تو جان کا خطرہ تھا۔ پھر آپ سے دُوری کا صدمہ۔ اس لیے وہاں کی ایک ایک چیز انھیں کاٹنے لگی۔ اور ذاتِ گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد بُری طرح ستانے لگی۔ اب وہ بے قرار رہتے اور آپ سے جا ملنے کے لیے بے تاب۔ امانتوں کی واپسی سے چھٹی ملی تو موقع پاتے ہی وہ مکہ سے روانہ ہو گئے۔ سواری کے لیے نہ کوئی اونٹنی تھی، نہ خچر لیکن آپ سے جا ملنے کے شوق میں وہ پیدل ہی چل پڑے اور بڑے بے تابی سے تیز تیز قدم بڑھانے لگے۔

سبحان اللہ! یہ تھی علی رضی اللہ عنہ کی وفاداری اور سعادت مندی! کتنے اونچے انسان تھے وہ! اور کتنی نیک طبیعت تھی ان کی! اس زمانہ کا لمبا سفر۔۔۔ وہ بھی تنہائی اور بے سر و سامانی کی حالت میں۔۔۔۔ اور وہ بھی پیدل! کتنی بلند تھی ان کی ہمت، اور کیسا محکم تھا ان کا عزم!

راستہ بھی کیسا؟ لَق و دَق ریگستان، ہر طرف ویران اور سنسان، نہ سایہ کی آس نہ پانی کا امکان۔ اوپر سے چلچلاتی ہوئی دھوپ۔ نیچے سے تپتی ہوئی ریت۔ جیسے آگ کی چنگاریاں۔ لیکن یہ سب چیزیں ایک طرف۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ایک طرف۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بے اختیار خطرات میں کود پڑے۔ راستہ کی پریشانیاں جھیلتے رہے۔ دشوار گزار نشیب و فراز طے کرتے رہے اور رات دن آگے بڑھتے رہے۔ ان کو بس ایک ہی دھن تھی، ایک ہی آرزو تھی۔ ایک ہی تمنا تھی۔ پیارے بھائی کا قرب، مخلص دوستوں کی ملاقات اور بس۔

وہ چلتے رہے، چلتے رہے یہاں تک کہ تلوے لہولہان ہو گئے پیر بے جان ہو گئے اور چلنے کی طاقت نہ رہی۔ لیکن حوصلے ابھی جوان تھے ایک دُھن تھی، جو انھیں بے اختیار کھینچے لیے جا رہے تھی، اور اُن کے پیر۔۔۔۔ خون میں نہائے ہوئے پیر تیزی سے بڑھی

www.quranurdu.com

چلے جارہے تھے۔اُن کو یہ گوارانہ تھا کہ ذرا ٹھہر کر دم لے لیں اور تکان سے چور جسم کو کچھ آرام دے لیں۔ وہ درد کی ٹیس اور تکان کی تکلیف پر صبر کرتے رہے۔اور بے تابی کے ساتھ کعبہ مقصود (آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف دَوڑتے رہے۔

مدینہ کے تین میل کے فاصلہ پر ایک چھوٹی سی آبادی تھی۔ یہ ذرا اونچائی پر واقعہ تھی اور عالیہ اور قباء کے نام سے مشہور تھی۔ یہاں مسلمانوں کے کئی اونچے گھرانے تھے۔ رسولِ خدا ان کے مہمان ہوئے۔اور چودہ دن وہیں ٹھہرے رہے۔ وہاں کے دورانِ قیام میں خود دستِ مبارک سے ایک مسجد کی بنیاد بھی ڈالی۔ جو ''مسجد قباء'' کے نام سے مشہور ہوئی۔ یہیں پر علی کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات بھی ہوئی۔اور پھر چھوٹا مجاہد بڑے مجاہد کے ساتھ ہو گیا۔اب خوشی کا کیا ٹھکانہ تھا۔ایک ہی ساتھ تین، تین خوشیاں اکٹھا تھیں۔ ملاقات کی خوشی، دشمنوں سے نجات کی خوشی، اور پھر جاں نثار ساتھیوں میں پہنچنے کی خوشی۔ چودہ دن گزر گئے، تو آپ نے ساتھیوں کے ساتھ شہر کا رخ کیا۔

مدینہ میں آپ کی آمد کی خبر پہنچ چکی تھی۔اب کیا تھا! ہر طرف عجیب وغریب منظر تھا۔ مسلمان، مشرک اور یہودی سب خوشی سے اُچھل رہے تھے اور مسرت کے گیت گا رہے تھے۔ سارے ہی لوگ شوق ومحبت سے بے تاب تھے۔ ہر طرف ایک ہماہمی تھی۔ ہر طرف آپ کی آمد تھی۔ سب پر انتظار کا عالم تھا۔ ننھے ننھے بچے تک خوشی سے ناچ رہے تھے۔اور گلیوں میں کہتے پھرتے تھے:

''پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آرہے ہیں۔''

لوگ ہر روز صبح تڑکے ہی شہر سے باہر نکل جاتے، اور بے تابی کے ساتھ اُفق پر نظریں جمادیتے۔اسی طرح وہ پہروں آپ کا راستہ دیکھتے رہتے۔اور پھر مایوس ہو کر حسرت کے ساتھ لوٹ آتے۔ایک دن وہ انتظار کر کے اپس جا چکے، کہ ایک اونچے ٹیلے سے ایک آواز بلند ہوئی۔اور ساری فضا میں گونج اٹھی:

''لوگو! جس کا انتظار تھا، وہ آگیا۔''

یہ ایک چھوٹا سا جملہ تھا، جس پر سارا مدینہ بے تاب ہو اُٹھا۔اور سب کے دل بلیّوں اُچھلنے لگے۔ مردوں کے سینے خوشی سے اُمنڈ آئے اور بچوں اور عورتوں کے چہرے پھول کی طرح کھل اُٹھے۔ یہ آواز ایک یہودی کی آواز تھی، جو مسلمانوں ہی کی طرح بے تابی سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے انتظار میں تھا۔اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ہر مسلمان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے انتظار میں تھا۔اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ہر مسلمان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے انتظار میں خوشی سے بے قابو ہے۔ ہر ایک کے گھر عید کا سماں ہے۔ ہر سو ایک عجیب دھوم دھام اور چہل پہل ہے۔ کیوں؟ محمد صلی اللہ علیہ وسلم آرہے ہیں! اس سے وہ بہت متاثر ہوا۔اور اب اس پر بھی ایک انتظار کا عالم تھا۔آج اس نے دیکھا کہ ایک چھوٹا سا قافلہ آرہا ہے۔ فوراً سمجھ گیا کہ یہ وہی ہر دلعزیز مہمان ہے۔اور خوشی سے پکار اُٹھا:

''لوگو! جس کا انتظار تھا وہ آگیا۔''

تمام بوڑھے اور جوان بے تابانہ گھروں سے بہرِ استقبال نکل آئے اکثر لوگ آپ کو پہچانتے نہ تھے۔ کیونکہ انھوں نے کبھی دیکھا نہ تھا۔ لیکن ان کے دل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوب جانتے تھے۔ان کے سینہ میں محبت وشوق کا ایک سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔

www.uranurdu.com

کھجور کے درخت کے نیچے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے ساتھیوں سے ملاقات ہوئی۔ لوگ شوق سے بے تاب تھے۔ لیکن آپ کو پہچان نہ سکتے تھے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے دھوپ سے بچانے کے لیے سر پر چادر تانی، تب لوگوں کو معلوم ہوا کہ یہی اللہ کا پیارا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

یہ جمعہ کا دن ہے۔ راستہ ہی میں نماز کا وقت ہو گیا۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنی سالم کے محلہ میں تھے۔ اس لیے جمعہ کی نماز آپ نے یہیں ادا فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان جاں نثاروں نے بھی نماز ادا کی، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے سے پہلے ہی مسلمان تھے۔

اس کے بعد رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں داخل ہوئے۔۔۔۔ اس پاک سرزمین میں جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہاتھوں ہاتھ لیا، جب کہ وطن نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ننھیالی رشتہ دار بنو نجار بھی ہتھیار سج سج کر آ گئے۔ اس طرح قباء سے مدینہ تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں طرف جاں نثاروں کی قطاریں تھیں۔

ایک عجیب و غریب منظر تھا۔ برسہا برس گزر گئے تھے، خوشی و غم کے ہزارہا واقعات پیش آ چکے تھے۔ بڑے سے بڑے میلے اور جشن منائے جا چکے تھے لیکن۔۔۔۔ لیکن مدینہ کی گلیوں نے کبھی ایسا نظارہ نہ دیکھا تھا۔

مدینہ کے ہر خاندان کی تمنا تھی کہ رسولِ خدا کو اپنا مہمان بنائے۔ ہر قبیلہ سامنے آ کر عرض کرتا:

''اللہ کے رسول! آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے یہاں ٹھہریں۔ دیکھئے، یہ گھر ہے، یہ مال ہے، یہ جان ہے۔''

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم مسکراتے ہوئے شکریہ ادا فرماتے۔ اور ان کے لیے دعائے خیر کرتے۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹنی پر سوار تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی مہار ڈھیلی کر دی اور فرمایا:

''میں وہاں ٹھہروں گا، جہاں اللہ ٹھہرائے گا۔''

اونٹنی مدینہ کی گلیوں میں چل رہی تھی۔ اور صحابہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد تھے۔ لوگوں کا ایک انبوہ تھا، جو جوش میں نعرہ لگا رہا تھا: ''اللہ اکبر، محمد آ گئے۔ اللہ اکبر، رسولِ خدا آ گئے۔''

ننھے ننھے لڑکے اور معصوم بچیاں دف بجا رہی تھیں۔ اور خوشی میں گاتی جا رہی تھیں:

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ
وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعِ
اَيُّهَا الْمَبْعُوْثُ فِيْنَا جِئْتَ بِالْاَمْرِ الْمُطَاعِ

''چودھویں کا چاند ہمارے سامنے نکل آیا، وداع کی گھاٹیوں سے۔ ہم پر خدا کا شکر واجب ہے جب تک دعا مانگنے والے دعا مانگیں۔ اے ہم میں آنے والے! یہاں تیری باتیں سنی جائیں گی۔''

عورتیں گھروں کی چھتوں پر چڑھ گئی تھیں، اپنے معزز مہمان کو ایک نظر دیکھ لینے کے لیے۔ مرد بھی اونچی اونچی جگہوں پر چڑھ گئے تھے۔ اور اس طرح خراجِ عقیدت پیش کر رہے تھے۔

www.quranurdu.com

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی چلتی رہی، چلتی رہی۔ پھر ایک جگہ آکر ٹھہر گئی۔ اور وہیں بیٹھ گئی۔ یہ خاندان نجار کے دو یتیموں کی زمین تھی۔ اس میں کچھ قبریں تھیں۔ کچھ کھجور کے درخت تھے۔

اونٹنی بیٹھی تو پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُتر آئے۔ پھر فرمایا:

''یہ زمین کس کی ہے؟'' (آپ یہاں مسجد بنانا چاہتے تھے)

عفراء کے بیٹے معاذ آگے بڑھے۔ عرض کیا:

''رسولِ خدا! سَھل اور سہیل دو بچے ہیں۔ یہ زمین انہی کی ہے باپ کا سایہ سر سے اُٹھ چکا ہے اور اب وہ دونوں میری ہی پرورش میں ہیں۔ آپ خوشی سے یہاں مسجد بنوائیں۔ میں انھیں راضی کر لوں گا۔''

لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ان یتیموں کو بلا بھیجا۔ ان دونوں نے سنا تو یہ زمین مفت دینی چاہی۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پسند نہ فرمایا اور قیمت دے کر خرید لی پھر زمین برابر کی گئی۔ اور مسجد بننی شروع ہو گئی۔

آپ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مہمان ہوئے۔ اب کیا تھا! وہ خوشی سے نہال ہو گئے۔ حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت خیال رکھتے اور ہر طرح کا آرام پہنچانے کی کوشش کرتے۔ سات مہینے آپ یہیں ٹھہرے رہے۔ اس مدت میں مسجد بن کر تیار ہو گئی۔ پھر مسجد کے قریب ہی امہات المومنین کے لیے کچھ کوٹھریاں بنیں، جن کو حجرہ کہتے ہیں اس کے بعد آپ یہیں چلے آئے۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ نجّار میں ٹھہرے، تو قبیلہ والوں کو کتنی خوشی ہوئی، اس کا اندازہ کون کرے؟ نجار کی لڑکیاں خوشی سے اچھلتی تھیں اور بے خود ہو کر یہ گیت گاتی تھیں:

نَحْنُ جَوَارٍ مِنْ بَنِی النَّجَّارِ
یَا حَبَّذَا مُحَمَّدًا مِّن جَارِ

''ہم خاندانِ نجار کی لڑکیاں ہیں۔ اے ہے، محمد ہمارے پاس رہیں گے۔''

==========

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں رہنے لگے۔ رہتے رہتے کافی دن ہو گئے۔ یہ دن بہت سکون سے گزرے۔ ہر طرح کا آرام تھا۔ کسی طرح کا خوف اور خطرہ نہ تھا۔ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امہات المومنین کو بھی بلا لیا۔ پیاری صاحبزادیاں بھی آ گئیں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبداللہ کو لکھ دیا۔ وہ بھی ماں، بہنوں کو لے کر مدینہ آ گئے۔ دوسرے ساتھیوں نے بھی اہل و عیال کو بلا لیا۔ جو مسلمان مکہ میں رہ گئے تھے، وہ بھی مدینہ چلے آئے۔ ساتھ میں بیوی بچوں کو بھی لائے۔ مگر یہ لوگ مدینہ آئے تو بالکل خالی ہاتھ تھے۔ ساتھ میں کچھ بھی نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ انصار اگرچہ ان کی بہت مدد کرتے اور ان کے آرام کا پورا خیال رکھتے۔ لیکن پھر بھی تنگی سے گزارا ہوتا تھا۔

اللہ اکبر! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن تدبیر کو کیا کہیے! بس سنیے اور داد دیجیے! آپ نے انصار اور مہاجرین کو جمع کیا پھر انصار سے فرمایا:

www.quranurdu.com

''یہ مہاجرین تمہارے بھائی ہیں۔''

اس کے بعد آپ ایک انصاری کو بلاتے۔ پھر ایک مہاجر کو بلاتے اور فرماتے:

''یہ اور تم بھائی بھائی ہو۔''

اب وہ سچ مچ بھائی بھائی تھے۔ انصار اپنے اپنے بھائیوں کو گھروں پر لے گئے۔ انھیں اپنے یہاں ٹھہرایا۔ رہنے کے لیے گھر دیا مال و جائیداد میں ان کا حصہ لگایا اور ہر طرح کا آرام بہم پہنچایا۔ اب مدینہ ان کا اپنا وطن تھا۔ جہاں ان کے لیے ہر طرح کی سہولت تھی۔ غرض اس بھائی چارہ سے انصار اور مہاجرین کے تعلقات بہت مضبوط ہو گئے اور دونوں میں گہری محبت اور الفت ہو گئی۔ ہر ایک دوسرے کو دل سے چاہنے لگا۔ ہر ایک جو اپنے لیے پسند کرتا، وہی بھائی کے لیے بھی پسند کرتا اور جو چیز خود ناپسند ہوتی، وہ بھائی کے لیے بھی ناپسند ہوتی۔ یوں سمجھیے، اب وہ ایک جان دو قالب تھے۔

مہاجرین تو ہاتھ پیر مارنے کے عادی تھے، موقع پاتے ہی کاروبار میں لگ گئے۔ کوئی تجارت میں لگ گیا اور کوئی انصار کی زمین میں کاشت کرنے لگا۔

حرکت میں برکت تو ہوتی ہی ہے۔ اللہ نے کاروبار میں برکت دی اس طرح بہت جلد اپنے پیروں پر کھڑے ہو گئے اور پھر سے اپنے گھر بسا لیے۔

کچھ مسلمان ایسے بھی تھے، جو بہت زیادہ مفلس تھے ان کے رہنے کے لیے کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ کسی کاروبار کے بھی وہ لائق نہ تھے۔ اس طرح دو، دو، تین، تین دن ان کے فاقہ میں گزر جاتے۔ حضور ان کا بہت خیال رکھتے اور بیت المال سے انھیں وظیفہ بھی دیتے۔ مسجد نبوی کے ایک کنارہ پر ایک چبوترہ[1] تھا، رات میں یہ بیچارے وہیں پڑ رہتے۔

مدینہ میں یہودیوں کی بھی اچھی خاصی آبادی تھی۔ اور یہی عرب کے مہاجن تھے۔ اس لیے مدینہ پر انہی کی حکومت تھی۔ ایسی حالت میں وہاں امن کی صرف ایک ہی صورت ہو سکتی تھی۔ یہ خوش رہیں اور تعلقات ان سے خوشگوار رہیں۔ اس لیے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سوچا کہ ان سے سمجھوتہ ہو جائے اور مدینہ میں مسلمان، یہودی سب آزادی سے رہیں۔ کوئی کسی کے مذہب کی توہین نہ کرے۔ کوئی کسی کے مال کو ہاتھ نہ لگائے۔ کوئی دشمن شہر پر حملہ کرے تو مقابلہ میں دونوں ایک ہوں۔ مالِ غنیمت ملے، تو اس میں بھی برابر کے شریک ہوں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں سے بات چیت کی۔ اور وہ خوشی راضی ہو گئے۔ پھر سب ایک جگہ جمع ہوئے۔ اور ایک معاہدہ تحریر ہو گیا۔ مگر یہ معاہدہ زیادہ دنوں قائم نہ رہ سکا۔ کیونکہ یہودیوں کی باطل آرزوؤں کے بے بنیاد قلعے زمین پر آرہے۔ اور انھوں نے ذاتِ گرامی صلی اللہ علیہ وسلم سے جو توقعات وابستہ کی تھی، وہ پوری ہوتی نظر نہ آئیں۔

یہودی مدت سے ایک نبی کے منتظر تھے۔ چنانچہ جہاں انھیں ''نبی'' کے آنے کی امید تھی، وہاں وہاں وہ جا کر بستے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ آنے والا نبی ہمارے ہی مذہب کا پیرو ہو گا۔ اور جب وہ آئے گا، تو ہمارے مذہب کے پیرو جم جائیں گے۔ اور ہر طرف

---

[1] عربی میں چبوترہ کو ''صفّہ'' کہتے ہیں۔ اس لیے یہ اصحابِ صفہ کہلائے۔

اسی کا بول بالا ہو گا اور عیسائی مذہب سے دنیا سے مٹ جائے گا۔ کوئی نام لیوا بھی نہ ہو گا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ شروع میں آپ کے مدینہ تشریف لانے سے بہت خوش تھے اور خوشی خوشی معاہدے پر بھی راضی ہو گئے تھے۔ مگر آپ نے بالکل ہی نیا دین پیش کیا اور نئی نئی باتیں بتائیں۔ جو یہودیوں کے بالکل خلاف تھیں۔ بھلا اب برداشت کی کہاں تاب تھی؟ اب صبر و سکوت کا کیا سوال تھا؟ اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے حلق کا کانٹا بن گئے۔ معاہدہ کا انھوں نے کوئی خیال نہ کیا اور مخالفت میں سارا زور لگا دیا۔ لگانے بجھانے میں تو وہ ماہر تھے ہی۔ ''دوسروں کو لڑاؤ، پھر اپنا کام بناؤ۔'' یہ ان کا اصول تھا۔ اِسی اُصول سے یہاں بھی کام لیا اور مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کی کوشش کی۔ لیکن ناکامی ہوئی۔ پھر بھی وہ مایوس نہ ہوئے۔ اور ایک دوسری چال چلی۔ یعنی اب وہ مدینہ کے مشرکوں کے کان بھرنے لگے۔ چنانچہ وہ ان کی باتوں میں آ گئے۔ اور ان کے ساتھ ہو گئے لیکن جو مسلمان تھے، وہ تو ایک دوسرے پر جان دیتے۔ خود دکھ اُٹھاتے، مگر اپنے بھائی کو آرام پہنچاتے۔ وہ بھلا ان بدبختوں کی باتوں میں کیسے آتے۔ بری طرح انھیں پھٹکار دیا اور نفرت سے منہ موڑ لیا۔ اور اسلام پھیلانے میں تن من سے لگے رہے۔

==========

www.quranurdu.com

محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم

دعوتِ حق تلواروں کی چھاؤں میں

- مسلمانوں کے لیے جنگ کی اجازت
- مسلمانوں کی دفاعی سرگرمیاں
- ابوسفیان کا سفر شام
- عاتکہ کا خواب
- ضمضم کی آتش نوائی
- قریش کی جنگی تیاریاں
- لشکر قریش کی روانگی
- ابوسفیان کا قاصد
- ابوجہل کی خود رائی
- ابوسفیان کو ملال
- حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ سے مشورہ
- صحابہ رضی اللہ عنہم کی سرفروشانہ تقریریں
- مدینہ سے اِسلامی فوج کی روانگی
- میدانِ کارزار میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تاریخی خطبہ
- قریش کے جاسوس اور ان کا تاثر
- میدانِ بدر میں حق و باطل آمنے سامنے
- اَیوانِ باطل میں صفِ ماتم بچھ گئی
- حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی دوبارہ سازش اور پھر ناکامی

www.quranurdu.com

أُذِنَ لِلَّذِیْ یُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللہَ عَلٰی نَصْرِھِمْ لَقَدِیْرٌ (الحج:39)

جن سے لڑائی کی جاتی ہے (مسلمان) ان کو بھی اب لڑنے کی اجازت دی جاتی ہے۔ کیونکہ اُن پر ظلم کیا جا رہا ہے۔ اور خدا اُن کی مدد پر یقینا قادر ہے۔"

مدینہ پہنچ کر مسلمان زور پکڑنے لگے۔ یہ دیکھ کر مشرکوں کے دل جلنے لگے۔ چنانچہ انھوں نے مسلمانوں کا زور توڑنے کا فیصلہ کر لیا اور مدینہ پر چڑھائی کے منصوبے بنانے لگے۔ اس وقت اللہ نے مسلمانوں کو بھی جنگ کی اجازت دے دی۔ اور حکم ہوا کہ اب طاقت کا جواب طاقت سے دو۔ سختی کے مقابلہ میں سختی کرو۔ دشمن تمہاری طرف بڑھیں، تو ان کے دانت کھٹے کر دو۔

ادھر مدینہ میں بھی ایک نیا گروہ پیدا ہو گیا تھا۔ یہ تھا منافقوں کا گروہ۔۔۔ مسلمانوں کا کٹر دشمن۔۔۔ ان کے ایمان کے لیے سخت خطرہ! یہ کبھی کھل کر سامنے نہ آتا۔ اندر ہی اندر اسلام سے کڑھتا اور دوست بن کر مسلمانوں کو ورغلاتا۔ اللہ نے اس کے ساتھ بھی سختی کرنے کا حکم دیا۔

مکہ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وطن تھا۔ بہت سے مسلمانوں کا بھی وطن تھا۔ اور اپنے وطن سے انھیں بے پناہ محبت تھی۔ لیکن وہاں کی سرزمین ان پر تنگ ہو گئی۔ اور سانس تک لینا تک ان کے لیے دوبھر ہو گیا۔ مجبوراً ان کو بے وطن ہونا پڑا۔ اور دولت اور جائیداد سب سے ہاتھ دھونا پڑا۔ حد یہ ہے کہ کعبہ بھی چھن گیا اور حج اور طواف پر پابندی لگ گئی۔ اس کا پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت رنج تھا۔ مسلمانوں کو بھی سخت صدمہ تھا۔ لہٰذا اب ان کی نظریں مکہ کی طرف اُٹھنے لگیں۔

ظالموں سے جنگ کرنے کا حکم تو آ ہی چکا تھا۔ اس لیے مسلمانوں نے عزم کیا کہ اب ظلم کی آگ بجھائیں گے۔ مشرکین اور منافقین کی طرف سے دین کو جو خطرہ درپیش ہے۔ اس خطرے کو دبائیں گے۔ کعبہ کو آزاد کریں گے۔ اور حج کی پابندی کو ختم کریں گے۔

چنانچہ مکہ والوں میں کیا باتیں ہو رہی ہیں؟ ان کے کیا ارادے ہیں؟ یہ معلوم کرنے کی مسلمانوں نے دوڑ دھوپ شروع کر دی۔ وہ ٹولیاں بنا بنا کر مدینہ سے باہر نکل جاتے اور جہاں کہیں قریش کے قافلے ملتے، اُن سے چھیڑ چھاڑ کرتے۔

یہ ٹولیاں سو سو، پچاس پچاس آدمیوں کی ہوتیں۔ جن میں پانچ زیادہ مشہور ہیں۔ ایک کے تو امیر حمزہ رضی اللہ عنہ تھے۔ دوسری کے حضرت عُبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ، تیسری کے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، چوتھی کے حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ اور پانچویں میں خود پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم شریک تھے۔ ان ٹولیوں سے قریش کا کبھی جم کر مقابلہ نہ ہوا۔ ہمیشہ یا تو بچ بچاؤ ہو گیا۔ یا وہ بچ کر نکل گئے۔ پھر ان ٹولیوں نے ایک کام اور کیا۔ انھوں نے آس پاس کے قبیلوں سے دوستی کر کے ان سے امن وامان کے معاہدے کر لیے۔ کیونکہ ان کے بگڑ جانے سے مدینہ میں بدامنی پھیل جانے کا اندیشہ تھا۔ ان قبیلوں نے آسانی سے معاہدے کر لیے اور ضرورت پڑنے پر مدد کرنے کے بھی وعدے کیے۔

ہجرت سے پہلے قریش کو خبر ملی کہ انصار نے عقبہ میں پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جان کی بازی لگا دینے کی قسمیں کھائی ہیں۔ یہ سن کر وہ لرز گئے۔ اور سمجھ گئے کہ اب شامت آ گئی ہے۔ بس جلد ہی ایک ہولناک جنگ کا سامنا ہے۔ وہ جنگ اب سر پر منڈلا رہی تھی۔

www.urdupdf.com

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کی تو قریش کے کان کھڑے ہو گئے اور وہ سمجھ گئے کہ اب بُرے دن آنے والے ہیں۔ وہ بُرے دن آج سامنے تھے۔

قریش کو اپنی شامی تجارت کے بارے میں خطرہ تھا۔ وہ خطرہ بھی اب سر اٹھا چکا تھا۔

قریش کا ایک بہت بڑا سردار تھا! ابو سفیان۔ یہ حرب کا بیٹا تھا۔ ہجرت کے دوسرے سال وہ تجارت کے اِرادے سے شام گیا۔ قریش کے اور لوگ بھی ساتھ تھے۔ پھر لوٹا تو دولت کا ٹھکانہ نہ تھا۔ سامان بھی بے انتہا تھا۔

اسلامی دستے قافلوں سے چھیڑ چھاڑ تو کیا ہی کرتے تھے۔ ابو سفیان کو اندیشہ ہوا کہ مال وافر ہے اور آدمی تھوڑے ہیں۔ کہیں مسلمانوں کا کوئی دستہ چھاپہ نہ مار دے۔ چنانچہ اس نے قریش کے پاس ایک آدمی دوڑایا۔ یہ تھا عمرو کا بیٹا ضمضم۔ ابو سفیان چاہتا تھا کہ قریش کو اس خطرہ کی خبر ہو جائے تاکہ وہ مدد کے لیے آجائیں۔ ضمضم کو بھیجتے ہوئے اس نے کہا:

''مکہ پہنچتے ہی اونٹ کے دونوں کان کاٹ دینا۔ پھر کجاوے کا رُخ بدل دینا۔ اور اپنی قمیض کو آگے پیچھے سے چاک کر دینا۔ پھر بے تحاشا چیخنا، مدد، مدد!''

مکہ میں یہی دستور تھا۔ جب بھی کوئی خطرے کی بات ہوتی لوگ ایسا ہی کرتے۔ اس طرح پورے شہر میں کھلبلی مچ جاتی اور دیکھتے دیکھتے سارے آدمی جمع ہو جاتے۔

==========

ہجرت کا دوسرا سال اور شعبان کا مہینہ تھا۔ مکہ میں عبد المطلب کی بیٹی عاتکہ نے ایک خواب دیکھا۔ خواب اس قدر ڈراؤنا تھا کہ عاتکہ گھبرا گئیں اور خوف سے ان کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ انھوں نے دیکھا کہ ایک آدمی اونٹ پر سوار ہے اور وہ تیزی سے بڑھا چلا آرہا ہے۔ پھر اَبطح پہنچ کر وہ رک گیا۔ اور زور سے چیخا:

''قریش کے لوگو! تین دن کے اندر اندر اپنی قتل گاہوں پر پہنچ جاؤ۔''

یہ سن کر سب لوگ جمع ہو گئے۔ پھر وہ آدمی خانہ کعبہ میں داخل ہو گیا۔ لوگ بھی پیچھے گئے۔ سارے لوگ اس کے ارد گرد کھڑے تھے کہ اچانک اسے لے کر اونٹ کعبہ کی چھت پر چڑھ گیا۔ پھر وہ زور سے چیخا:

''قریش کے لوگو! تین دن کے اندر اندر اپنی قتل گاہوں پر پہنچ جاؤ۔''

پھر اس کا اونٹ ایک پہاڑ پر چڑھ گیا۔ ابو قبیس نامی پہاڑ پر۔ وہاں پہنچ کر وہ آدمی پھر زور سے چیخا:

''قریش کے لوگو! تین دن کے اندر اندر اپنی قتل گاہوں پر پہنچ جاؤ۔''

پھر اس نے ایک چٹان اٹھائی۔ اور پوری طاقت سے زمین کی طرف پھینک ماری۔ چٹان زمین پر گرتے ہی پاش پاش ہو گئی اور اس کے ٹکڑے چھٹک کر مکہ کے سارے گھروں میں پہنچے، کوئی بھی اس سے محفوظ نہ رہا۔

صبح ہوئی تو عاتکہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی عباس رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان کو اپنا خواب سنایا۔ خواب سن کر وہ بولے:

''دیکھو بہن! اب کسی اور سے نہ بیان کرنا۔ یہ خواب کسی سے کہنے کا نہیں۔''

www.quranurdu.com

لیکن عباس سے خود ہی نہ رہا گیا اور انھوں نے اپنے کسی دوست سے بیان کر دیا۔ دوست سے کہنا تھا کہ آندھی کی طرح یہ بات پورے مکہ میں پھیل گئی۔ ابو جہل اور اس کے ساتھیوں کو بھی معلوم ہو گئی۔ انھوں نے سنا تو عاتکہ کا خوب خوب مذاق اُڑایا۔ ابو جہل نے تمسخر کے انداز میں عباس سے کہا:

''اَخّاہ! اب تک تو تمہارے یہاں کے آدمی ہی نبی ہو رہے تھے۔ اب عورتیں بھی نبی ہونے لگیں؟''

لیکن عاتکہ کا خواب سچا نکلا۔ ضمضم تین دن کے بعد مکہ پہنچ گیا۔ مکہ پہنچ کر اس نے اونٹ کے دونوں کان کاٹ دیے۔ پھر اپنی قمیص پھاڑ ڈالی۔ اور کجاوے کا رخ بدل دیا۔ پھر چیخا:

''قریش کے لوگو! لوَیّ بن غالب کے فرزندو! تمہارا قافلہ آرہا ہے۔ مشک اور خوشبوئیں لا رہا ہے۔ اور بھی بہت سا سامان لا رہا ہے۔ بڑھ کر اسے بچاؤ۔ محمد اور اس کے ساتھی اسے لوٹ نہ لیں۔ دوڑو! دوڑو! مدد کے لیے دوڑو! اپنے سامان کو بچاؤ!''

==========

عرب کی غیرت و حمیت کا حال کسے معلوم نہیں؟ کسی قبیلہ کا کوئی آدمی کسی کے ہاتھ سے قتل ہو جاتا، تو ایک ہنگامہ برپا ہو جاتا اور دیکھتے دیکھتے جنگ کے شعلے بھڑکنے لگتے۔ دونوں طرف سے ٹڈی دَل اُمنڈ آتا اور خون کی ندیاں بہہ جاتیں۔ پھر یہ لڑائیاں سالہا سال قائم رہتیں۔ قبیلے کے قبیلے کٹ جاتے۔ کنبے کے کنبے ویران ہو جاتے لیکن وہ بند ہونے کا نام نہ لیتیں۔ عرب میں لکھنے پڑھنے کا رواج نہ تھا۔ لیکن مقتول کا نام کاغذ پر درج ہوتا۔ اور پشتہا پشت تک بچوں کو یاد کرایا جاتا، کہ وہ بڑے ہوں، تو اُس کا بدلہ لیں۔ وَاحِس اور بسوس کی قیامت خیز لڑائیاں کون نہیں جانتا؟ چالیس برس تک قائم رہیں۔ اور ہزاروں لاکھوں جانیں ان کی نذر ہو گئیں۔ وہ بھی اسی بنا پر ہوئیں۔

رجب 2 ہجری کا واقعہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہ آدمیوں کو نخلہ کی وادی میں بھیجا، کہ وہاں ٹھہر کر قریش کے ارادوں کا پتہ لگائیں۔ اتفاق سے قریش کا ایک مختصر سا قافلہ اِدھر سے گزرا۔ ان لوگوں نے اُسے لوٹ لیا۔ اور ایک آدمی کو قتل اور دو کو قید کیا۔ قتل ہونے والا آدمی عمرو بن حضرمی تھا جو عامر بن حضرمی کا بھائی تھا۔ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ملی، تو آپ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا:

'' میں نے تمھیں اس لیے تو نہیں بھیجا تھا۔''

اُدھر قریش کو خبر ہوئی، تو وہ غصہ سے بے خود ہو گئے۔ اور جذبۂ انتقام سے سَرشار۔ اب انھیں جنگ کی دُھن تھی۔ اور رات دن اِسی کی فکر ضمضم کی پکار نے زخم پر نمک چھڑکا اور آتشِ غضب کو اور بھڑکا دیا اب وہ جوش سے بے تاب ہو گئے۔ اور جنگ کی تیاریوں میں لگ گئے۔ جلدی جلدی انھوں نے بہادر سپاہیوں کو جمع کیا اور جس قدر ممکن تھا، اونٹ گھوڑوں کا انتظام کیا جسے دیکھیے، غصہ سے بے تاب تھا اور محمد سے ٹکر لینے پر دوسروں کو ابھار رہا تھا۔ جوش کا عالم تھا۔ ہر ایک جانے کے لیے تیار تھا اور جو نہیں جا سکتا تھا، اپنی طرف سے آدمی بھیج رہا تھا۔

www.quranurdu.com

قریش کے سارے سردار اس مہم میں شریک ہوئے۔ البتہ ابولہب کی ہمت نہ ہوئی۔ اس لیے اس نے چار ہزار درہم پر ایک آدمی کو تیار کر لیا اور اپنی بجائے اُسے بھیج دیا۔ ورنہ جوش کا تو یہ حال تھا کہ اگر کوئی جانے سے جی چراتا، تو ساتھی بگڑ جاتے اور اس کو شرم دلاتے ہوئے کہتے:

''تم تو عورت ہو۔ گھر میں گھسے رہنے کے عادی ہو۔''

نتیجہ یہ ہوتا کہ اُسے غیرت آجاتی۔ اور وہ بھی جانے کے لیے تیار ہو جاتا۔

کچھ لوگ جوش دلانے اور جذبات کو بھڑکانے میں پیش پیش تھے۔ سہیل نامی ایک سوار بھی انہی میں تھا۔ اس نے قریش کے لوگوں سے کہا:

''غالب کے بیٹو! کیا تمھیں یہ گوارا ہے کہ وہ سارے سامان پر قبضہ کر لیں۔ اور تمام اُونٹوں کو ہنکا لے جائیں؟ کسی کو مال کی ضرورت ہو تو مال حاضر ہے۔ کسی کے پاس ہتھیار نہ ہو تو ہتھیاروں کی بھی کمی نہیں۔''

اس طرح قریش ساڑھے نو سو بہادروں کے ساتھ نکلے۔ ساتھ میں سو گھوڑے اور سات سو اونٹ بھی تھے۔ پیدل فوج لوہے میں ڈوبی ہوئی تھی۔ اس کے علاوہ سوزرہیں تھیں۔ ساتھ میں گانے والی عورتیں تھیں۔ یہ بدنصیب رسولِ پاک کی شان میں گستاخانہ اشعار کہتیں، اور اس طرح سپاہیوں کی آتشِ غضب کو اور بھڑکاتیں۔

دشمنوں کا یہ لشکر اکڑتا ہوا چلا۔ ہر ایک پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر دانت پیس رہا تھا اور غصہ سے ہونٹ چبا رہا تھا۔ ان کے پیش نظر صرف یہی نہ تھا کہ قافلہ کو بچا لائیں۔ ان کا ارادہ یہ بھی تھا کہ اس آئے دن کے خطرے کو ہمیشہ کے لیے دبا دیں۔ اور مدینہ میں جو یہ طاقت جمع ہو رہی ہے، اسے اس طرح کچل ڈالیں، کہ تجارتی راستہ بالکل محفوظ ہو جائے۔

ادھر ابوسفیان قافلہ کو لے کر آگے بڑھا اور بڑھتے بڑھتے سرزمین حجاز سے بہت قریب ہو گیا۔ خوفزدہ تو تھا ہی، اب آگے کی خبریں معلوم کرنے لگا کہ مسلمانوں کی زد میں نہ آجائے۔

پھر وہ ضَمضَم کا راستہ دیکھنے لگا۔ کیونکہ اس کا خیال تھا کہ ضمضم آرہا ہو گا اور ساتھ میں قریش بھی مدد کے لیے آرہے ہوں گے۔ لیکن کوئی نہ آیا۔

پھر جب وہ رات آئی جس میں اِسے بدر کے چشمہ پر پہنچنا تھا، تو اُونٹ تیزی سے پانی کی طرف بڑھنے لگے۔ حالانکہ پانی کی انھیں کوئی ضرورت نہ تھی۔ ابھی ایک ہی دن پہلے وہ خوب سیراب ہو چکے تھے۔

قافلہ والوں نے یہ ماجرا دیکھا تو گھبرا گئے۔ انھوں نے سوچا کہ اب تک تو اونٹوں نے کبھی ایسا نہیں کیا تھا۔ آج کیا بات ہے؟ رات بھی بڑی تاریخ تھی۔ نگاہ کچھ بھی کام نہیں کر رہی تھی۔ اس سے ان کی گھبراہٹ اور بڑھی اور خوف سے برا حال ہو گیا۔

ابوسفیان نے اب رخ بدل دیا۔ اس کو ڈر تھا کہ مسلمان تاک میں ہوں گے۔ اور وہ بدر کے پاس ہی چھپے ہوں گے۔ لہٰذا اب اس نے دوسرا راستہ پکڑا۔ بدر سے ہٹ کر وہ ساحل پر چلنے لگا۔ اس طرح بدر اب بائیں جانب تھا اور وہ تیزی سے بڑھ رہا تھا۔

ادھر قریش برابر آگے بڑھ رہے تھے۔ راستہ میں وہ جہاں کہیں پانی دیکھتے پڑاؤ ڈال دیتے۔ ٹھہر کر اُونٹ ذبح کرتے۔ خود کھاتے دوسروں کو کھلاتے۔ شراب و کباب کے دَور چلتے۔ پھر وہاں سے وہ آگے چل دیتے۔

اس طرح وہ کھاتے پیتے، عیش کرتے اور غرور سے اکڑتے چلے جارہے تھے کہ مکہ سے ایک آدمی پہنچا اور اُس نے کہا:

''بھائیو! اب مکہ لوٹ چلو۔ قافلہ بالکل صحیح سالم لوٹ آیا۔ محمد اور ان کے ساتھیوں کے ہاتھ نہیں لگا۔ خیر اسی میں ہے کہ اب لوٹ چلو۔ مدینہ والوں سے ٹکر لینے کی مت سوچو۔ وہ ککڑی کے مثل کاٹ کر رکھ دیں گے۔ قریشی بھائیو! اب آگے نہ بڑھو۔ قافلہ تو بچ گیا۔ اس سے زیادہ کیا چاہیے؟ تم تو قافلہ ہی کو بچانے نکلے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے خود ہی بچالیا۔''

اس آدمی نے یہ باتیں انہی کے بھلے کے لیے کہی تھیں۔ لیکن وہ سننے کے لیے تیار نہ ہوئے۔ اکثر لوگوں نے صاف انکار کر دیا۔

قبیلۂ بنی ہاشم کی سمجھ میں یہ باتیں آگئیں۔ چنانچہ انھوں نے لوٹنا چاہا مگر ابو جہل بگڑ گیا۔ تن کر بولا:

''نہیں، بخدا ہم ہر گز نہیں لوٹیں گے۔ ہم تو بدر تک جائیں گے۔''

بدر ایک گاؤں ہے، جہاں ہر سال میلہ لگتا ہے۔ مدینہ منورہ سے تقریباً 80 میل پر واقع ہے۔

وہ آدمی ابو سفیان کے پاس لوٹ آیا۔ آکر اس نے سارا قصہ سنایا اور جو کچھ باتیں ہوئی تھیں سب بیان کر دیں۔ ابو سفیان نے یہ باتیں سنیں تو اسے بہت افسوس ہوا۔ بے ساختہ اس کی زبان سے نکلا:

''ہائے میری قوم! یہ سب ابو جہل کی کارستانی ہے۔ وہ لوٹنے پر تیار نہ ہوا۔ کیونکہ وہ آج لوگوں کا سردار بن گیا ہے! اس نے لوگوں پر ظلم کیا۔ اس نے خود رائی سے کام لیا۔ خیر خواہی کی بات تھی۔ لیکن اس نے ٹھکرا دیا۔ دوسروں کی نہ سننا بہت بڑا عیب ہے۔ اس کا نتیجہ بربادی اور ہلاکت ہے۔''

==========

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس صورتِ حال کی خبر ہوئی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے محسوس فرمایا کہ کہ فیصلہ کی گھڑی آن پہنچی اور اگر اس وقت ہمت کا ثبوت نہ دیا گیا، تو تحریک اسلامی ہمیشہ کے لیے بے جان ہو جائے گی۔ اور سر اُٹھانے کا پھر کوئی موقع نہ پائے گی۔ مدینہ میں آئے ابھی دو سال بھی نہیں ہوئے۔ مہاجرین بے سر و سامان، انصار ابھی ناآزمودہ، یہودی مخالفت پر کمربستہ، خود مدینہ کے مشرکوں اور منافقوں کا خطرہ۔ ایسے میں اگر قریش مدینہ پر حملہ آور ہوئے، تو ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں کی مٹھی بھر جماعت کا خاتمہ ہو جائے۔ لیکن اگر وہ حملہ بھی نہ کریں، صرف اپنے زور سے قافلہ کو ہی بچا کر نکال لے جائیں اور مسلمان دبکے بیٹھے رہیں، تب بھی مسلمانوں کی ایسی ہوا اکھڑے گی، کہ عرب کا بچہ بچہ ان پر دلیر ہو جائے گا۔ اور پھر پورے ملک کی سرزمین ان کے لیے تنگ ہو جائے گی۔ آس پاس کے جتنے قبیلے ہیں، قریش کے اشاروں پر ناچنے لگیں گے۔ مدینہ کے مشرکین بالکل بے باک ہو جائیں گے۔ اور یہودی اور منافقین علی الاعلان سر اُٹھائیں گے۔ پھر مدینہ میں جینا مشکل ہو جائے گا۔ مسلمانوں کا کوئی رعب اور اثر نہ ہو گا۔ جو چاہے گا، ان کو مارے گا۔ اور مال و آبرو پر بے تامل ہاتھ ڈالے گا۔ اس بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عزم کیا کہ جو طاقت بھی میسر ہے، اسے لے کر نکلیں گے۔ اور میدان میں فیصلہ کریں گے کہ جینے کا بل بوتا کس میں ہے۔

یہ ارادہ کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو جمع کیا اور ساری صورتِ حال سامنے رکھ دی کہ ایک طرف شمال میں تجارتی قافلہ ہے اور دوسری طرف جنوب سے قریش کا لشکر آرہا ہے۔ بتاؤ کدھر چلنے کا خیال ہے؟ جواب میں ایک بڑے گروہ نے کہا۔'' قافلہ کی طرف۔'' لیکن پیش نظر تو کچھ اَور تھا، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سوال دہرایا۔

www.quranurdu.com

اس پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اُٹھے اور انھوں نے بہت ہی جاں نثارانہ تقریر کی۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اُٹھے اور انھوں نے بھی بہت عمدہ اور پر جوش تقریر کی۔ اس کے بعد عمرو کے بیٹے مقداد کھڑے ہوئے اور انھوں نے کہا:

" اللہ کے رسول! جدھر رب کا حکم ہے، اسی طرف چلیے۔ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں۔ بنی اسرائیل نے تو اپنے نبی سے کہا کہ آپ اور آپ کا خدا جائیں اور جنگ کریں ہم تو یہاں بیٹھے ہیں، لیکن ہم ایسے کہنے والے نہیں ہم تو یہ کہتے ہیں کہ چلیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خدا جنگ کیجیے۔ جب تک ہم میں سے ایک آنکھ بھی گردش میں ہے، ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو کر جنگ کریں گے۔"

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تقریر سنی تو چہرۂ مبارک خوشی سے چمک اُٹھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کی تعریف کی اور دعا دی۔ پھر فرمایا: "لوگو! تم بھی کچھ بولو!"

انصار سمجھ گئے کہ آپ کا اشارہ ہماری طرف ہے۔ وجہ یہ تھی کہ انصار کے لیے یہ پہلا موقع تھا۔ اس سے پہلے وہ کسی مہم میں شریک نہ ہوئے تھے۔

چنانچہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جو مدینہ کے معزز لوگوں میں تھے اُٹھے اور عرض کیا:

"اللہ کے رسول! شاید اشارہ ہماری طرف ہے؟"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہاں!"

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: "میں اس وقت سارے انصار کی طرف سے بول رہا ہوں۔ اللہ کے رسول! ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے ہیں ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا سمجھا ہے۔ ہم نے گواہی دی ہے کہ آپ کی باتیں حق ہیں۔ ہم آپ کی اطاعت کا عہد بھی کر چکے ہیں۔ اللہ کے نبی! اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کام کا ارادہ فرمایا ہے، بے جھجک اس کے لیے قدم بڑھایے۔ خدا کی قسم! اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں لے کر سمندر میں کود پڑیں، تو بھی ہم بخوشی تیار ہیں۔ ہم میں کوئی پیچھے رہنے والا نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بے تامل جس سے چاہیے صلح کیجیے اور جس سے چاہیے، جنگ کیجیے۔ پھر ہماری دولت بھی آپ کے قدموں پر ہے۔۔۔۔۔ جتنی چاہیے لے لیجیے کیونکہ جتنی ہی زیادہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لیں گے۔ ہمیں اتنی ہی زیادہ خوشی ہو گی۔ میں اس راستہ پر کبھی نہیں گیا ہوں، نہ اس کے بارے میں کوئی واقفیت ہے لیکن ہم دشمن سے بھاگنے والے نہیں، ہم تو میدانِ جنگ کے شیر ہیں۔ مقابلہ میں ڈٹ جانے والے ہیں۔ امید ہے کہ ہم بہادری کے ایسے ایسے جوہر دکھائیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہو جائیں گے۔"

یہ خلوص و محبت سے بھری ہوئی تقریر تھی۔ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تقریر سنی۔ تو بے حد خوشی ہوئے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا شکریہ ادا فرمایا، اور دعا دی:

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی تقریر کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اللہ کا نام لے کر چل پڑو۔ اس کی رحمتیں تمہارے ساتھ ہیں۔ اس نے مجھ سے "بڑے گروہ" کا وعدہ کیا ہے بخدا مجھے تو دشمنوں کی قتل گاہیں نظر آ رہی ہیں۔"

پھر آپ نے ساتھیوں کو دشمنوں کی قتل گاہیں بتائیں کہ فلاں شخص اس جگہ قتل ہو گا، اور فلاں آدمی اس جگہ دم توڑے گا۔

یہ سن کر لوگ سمجھ گئے کہ اب قافلہ ہاتھ نہیں آئے گا۔ اب جنگ ہی ہو کر رہے گی۔

www.quranurdu.com

ہجرت کا دوسرا سال تھا۔ رمضان کا مہینہ تھا۔ مدینہ سے ایک میل پر ایک مقام ہے۔ بئر ابی عِنَبَہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں پہنچے تو فوج کا جائزہ لیا اور جو کم عمر تھے ان کو واپس کر دیا۔ پھر وہاں سے روانہ ہو گئے اور بدھ کی رات میں روحاء پہنچے۔ وہاں پہنچ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا، اور نماز کے لیے کھڑے ہو گئے۔ آخری رکوع سے فارغ ہوئے، تو کافروں پر لعنت بھیجی۔ پھر فرمایا:

''خدایا! ابوجہل اس امت کا فرعون ہے، اسے زندہ نہ چھوڑ!''

اِسی روز آپ نے اُصولِ جنگ کے مطابق فوج کو ترتیب دی۔ مہاجرین کا عَلَم حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔ خزرج کا علم حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ کو عنایت فرمایا اور اس کا علمبردار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو بنایا۔

پھر پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ساتھیوں کو لے کر آگے بڑھے، ان کی تعداد کل تین سو تیرہ تھی۔ ساتھ میں ستر اونٹ اور تین گھوڑے بھی تھے۔ بدر کے پاس پہنچ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم رک گئے۔ اور علی رضی اللہ عنہ، زبیر رضی اللہ عنہ اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ کچھ خبر لائیں۔ ایک پہاڑی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اس پہاڑی کے پاس ایک کنواں ہے۔ وہاں جا کر دیکھو۔ شاید قریش کے بارے میں کچھ معلوم ہو۔''

یہ لوگ وہاں پہنچے تو قریش کے کچھ آدمی پانی پی رہے تھے۔ ان میں دو غلام بھی تھے۔ یہ لوگ سمجھے کہ یہ ابوسفیان کے غلام ہیں۔ چنانچہ فوراً انھیں گرفتار کر لیا، اور بقیہ لوگ فرار ہو گئے۔

یہ لوگ اپنی فوج میں پہنچے تو ایک شخص زور سے چیخا:

''قریش کے لوگو! مسلمانوں نے تمہارے ساقیوں کو گرفتار کر لیا اور انھیں اپنی فوج میں بھگا لے گئے۔''

یہ سننا تھا کہ کافروں پر بجلی گر گئی۔ غصہ سے وہ بوکھلا گئے اور پوری فوج میں ایک کھلبلی مچ گئی۔

اِدھر حضرت علی رضی اللہ عنہ وغیرہ نے غلاموں کو ساتھ لیا۔ اور اپنی فوج میں لوٹ آئے۔ وہاں پہنچ کر یہ لوگ ان دونوں سے ابو سفیان کا حال پوچھنے لگے۔ وہ دونوں کہتے کہ ہمیں ابوسفیان کی خبر نہیں، ہم تو قریش کو پانی پلانے والے ہیں۔ تو یہ لوگ انھیں مارتے اور جب وہ دونوں کہتے کہ ہم لوگ ابوسفیان کے غلام ہیں، تب انھیں چھوڑ دیتے۔

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت نماز پڑھ رہے تھے۔ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: ''وہ دونوں سچ بتاتے ہیں، تب تم مارتے ہو اور جھوٹ بولتے ہیں تو چھوڑ دیتے ہو۔ خدا کی قسم یہ دونوں سچ کہہ رہے ہیں۔ یہ دونوں واقعی قریش کے ہیں۔''

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سے فرمایا: ''کچھ ابوسفیان کے بارے میں بتاؤ۔''

دونوں غلام بولے: ''ابوسفیان کو ہم لوگوں نے نہیں دیکھا۔ ان کے بارے میں ہمیں کچھ نہیں معلوم۔''

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اچھا قریش کہاں ہیں؟''

دونوں غلام بولے: ''بس کچھ ہی دُور۔''

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لشکر میں کتنے سپاہی ہیں؟''

دونوں غلام بولے: ''بخدا وہ تو بہت زیادہ ہیں۔''

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''روز کتنے اونٹ ذبح کرتے ہیں؟''

دونوں غلام بولے: ''ایک دن نو، ایک دن دس۔''

www.quranurdu.com

یہ سن کر پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

''دشمن نو سو اور ایک ہزار کے درمیان ہیں۔'' پھر فرمایا:

''مکہ نے اپنے جگر کے ٹکڑوں کو تمہاری طرف ڈال دیا ہے۔''

==========

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتھیوں سے فرمایا:

''کس جگہ ٹھہرنا مناسب رہے گا؟''

حباب بن منذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

''اللہ کے رسول! آگے بڑھ کر پانی پر قبضہ کر لیا جائے۔ وہاں کے بارے میں مجھے خوب واقفیت ہے۔ ایک ایک کنواں میری نظر میں ہے۔ ایک کنواں تو ایسا ہے جو کبھی خشک ہی نہیں ہوتا۔ پانی بھی بلا کا شیریں ہے۔ وہاں ایک حوض بنا کر پانی سے بھر دیں گے، پھر خوب پئیں گے۔ اور ڈٹ کر لڑیں گے اور آس پاس کے جتنے کنویں ہیں، سب کو بیکار کر دیں گے۔''

وہ چاہتے تھے کہ پانی کا پہلے سے انتظام کر لیا جائے، کہیں ایسا نہ ہو کہ دشمن اس پر قبضہ کر لیں اور پھر پریشانی اُٹھانی پڑے۔

حباب کا مشورہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''حباب! تمہاری رائے بہت خوب ہے۔''

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی وقت اُٹھے۔ جان نثار ساتھی بھی ساتھ تھے۔ جا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی پر قبضہ کر لیا۔ اور حباب نے جو جو کہا اس پر عمل ہوا۔

قسمت سے اسی رات بارش ہو گئی۔ زمین چونکہ ریتلی تھی۔ ساری ریت جم گئی اور چلنا پھرنا آسان ہو گیا۔ جگہ جگہ پانی کو روک کر چھوٹے چھوٹے حوض بھی بنا لیے گئے۔ جن میں مسلمانوں نے خوب نہایا دھویا، اور بالکل تازہ دم ہو گئے۔

اس کے برعکس قریش کی طرف زمین چونکہ نرم اور نشیبی تھی، اس لیے پانی جم کر کیچڑ بن گیا۔ اور چلنا پھرنا ان کے لیے وبال جان ہو گیا۔ اس طرح یہ بارش مسلمانوں کے لیے رحمت بن گئی اور دشمنوں کے لیے عذاب۔

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمار بن یاسر اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کی طرف بھیج دیا کہ جا کر وہاں حالات کا جائزہ لیں۔ دونوں جا کر وہاں گھومے پھرے حالات کا پتہ چلایا، پھر لوٹ آئے۔ آ کر انھوں نے بتایا کہ دشمنوں کا خوف سے برا حال ہے۔ اور بارش بھی لگاتار جاری ہے۔

سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا:

''ایک ٹیلہ پر حضور کے لیے خیمہ نصب کر دیا جائے اس طرح پورا میدان جنگ آپ کی نظروں میں رہے گا۔ ضرورت کے وقت سایہ بھی مل سکے گا۔ آرام کو دل چاہا، تو آرام بھی فرما لیں گے۔ دعا و نماز کی خواہش ہو گئی تو اس کے لیے بھی بہتر رہے گا۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رائے کو پسند فرمایا اور ایک خیمہ نصب ہو گیا۔

www.quranurdu.com

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم میدانِ جنگ میں تشریف لے گئے۔ خاص خاص ساتھی بھی آپ کے ساتھ تھے۔ آپ نے ایک ایک کر کے قریش کے سرداروں کا نام لیا۔ اور فرمایا، فلاں اس جگہ قتل ہو گا اور فلاں اس جگہ دَم توڑے گا۔

جنگ کے بعد دیکھا گیا، تو ہر ایک کی لاش اس جگہ ملی، کوئی بھی اپنی جگہ سے آگے پیچھے نہ تھا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم فوج میں تشریف لائے اور فوج کی صف آرائی کی اور ایک ماہر جنگ کی طرح اس کو ترتیب دیا۔ پھر میدانِ جنگ میں تشریف لائے، اور وہاں پہنچ کر ایک تقریر کی۔ تقریر بہت جوشیلی تھی۔ حمد و ثنا کے بعد فرمایا:

"پیارے بھائیو! میں تمھیں ان چیزوں پر اُبھارتا ہوں، جن پر اللہ نے ابھارا ہے اور ان چیزوں سے روکتا ہوں، جن سے اللہ نے روکا ہے۔ اللہ بڑی شان والا ہے۔ حق کا حکم دیتا ہے۔ سچائی کو پسند کرتا ہے اور بھلائی کرنے والوں کو اونچا رتبہ دیتا ہے۔ اسی سے وہ یاد کیے جاتے ہیں، اور اسی سے ان کے درجے بڑھتے ہیں۔۔۔ اس وقت تم حق کی منزل میں پہنچ چکے ہو۔ جہاں وہی کام مقبول ہوتا ہے جو صرف اللہ کے لیے کیا جائے۔ اس موقع پر تم صبر سے کام لو۔ کیونکہ یہ جنگ کا موقع ہے۔ جنگ کے موقع پر صبر سے اطمینان اور سکون حاصل ہوتا ہے۔ پریشانی اور بے چینی دُور ہو جاتی ہے۔ آخرت میں بھی یہ نجات کا ذریعہ ہے۔۔۔۔۔ تمہارے اندر اللہ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہے۔ جو تمھیں برائیوں سے ہوشیار کرتا ہے۔ اور بھلائیوں کا حکم دیتا ہے۔ دیکھو، آج تم سے کوئی ایسی حرکت نہ ہونے پائے۔ جس سے اللہ بیزار ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے:

لَمَقْتُ اللّٰهِ اَكْبَرُ مِنْ مَّقْتِكُمْ اَنْفُسِكُمْ (المومن:10)

"تمہاری اپنے سے جو بیزاری ہے، اللہ کی بیزاری اس سے بڑھ کر ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے تمھیں جو کتاب دی ہے، اسے مضبوطی سے پکڑ لو۔ تمھیں جو نشانیاں دکھائی ہیں۔ ان پر دھیان رکھو۔ ذلت کے بعد تم کو جس سے عزت ملی ہے، اس سے غافل نہ ہو۔ اس سے اللہ خوش ہو گا۔ آج اللہ تم کو دیکھنا چاہتا ہے۔ اس موقع پر تم اخلاص اور جانبازی کا ثبوت دو۔ خدا کی رحمت تم پر چھا جائے گی اور اس کی مغفرت تم پر سایہ کرے گی اس کا وعدہ پورا ہونے والا ہے۔ اس کی باتیں بالکل سچی ہیں۔ اس کی پکڑ بھی بہت سخت ہے۔ ہم اور تم سب اسی کے دَم سے ہیں۔ وہ ہمیشہ سے ہے۔ ہمیشہ رہے گا۔ ساری دنیا اسی کے حکم سے قائم ہے۔ وہی ہمارا سہارا ہے۔ اسی کو ہم نے مضبوطی سے پکڑا ہے۔ اسی پر ہمارا بھروسہ ہے۔ وہی ہماری پناہ گاہ ہے۔ اللہ میری اور تم مسلمانوں کی مغفرت کرے۔"

قریش نے عُمیر بن وھب کو بھیجا کہ مسلمانوں کی تعداد کا اندازہ لگائے اور ان کے حالات معلوم کرے۔ چنانچہ وہ چھپ کر گیا اور گھوم پھر کر جائزہ لیا۔ پھر آکر اس نے قریش سے کہا:

"مسلمان تین سو کے قریب ہیں۔ ساتھ میں ستر اونٹ اور تین گھوڑے بھی ہیں۔"

پھر اس نے کہا:

"قریشی بھائیو! مصیبتیں موت لاتی ہیں۔ مدینہ کے اونٹ موت کی سواریاں ہیں۔ سن لو تم کو ایسے لوگوں سے پالا پڑا ہے، جو تلواروں کی گود میں پلے ہیں۔ دیکھتے نہیں؟ وہ چپ چاپ رہتے ہیں۔ کچھ بولتے نہیں لیکن سانپوں کی طرح ڈستے ہیں۔ بخدا میں تو

www.quranurdu.com

سمجھتا ہوں کہ ان میں سے جو بھی مرے گا، ہم میں سے ایک کو مار کے مرے گا، بتاؤ، اگر اتنے ہی آدمی ہم میں سے مر گئے تو زندگی کا کیا لطف رہ جائے گا؟ اس لیے ابھی سے لوچ لو۔"

قریش کو عمیر کی باتوں پر یقین نہ آیا، اس لیے انھوں نے دوسرے آدمی کو بھیجا۔ وہ آدمی چھپ چھپا کر اسلامی فوج کے قریب پہنچا اور گھوڑے پر بیٹھ کر چاروں طرف چکر لگایا۔ پھر اس نے آکر کہا:

"خدا کی قسم! وہ لوگ کوئی ایسے طاقتور نہیں۔ تعداد میں بھی بہت کم ہیں۔ ہتھیاروں سے بھی خالی ہیں۔ لیکن ایک بات ہے۔ وہ مرنے کے لیے آئے ہیں۔ وہ اب لوٹ کر گھر نہیں جانا چاہتے۔ تلوار ہی ان کی کل طاقت ہے، اور تلواریں ہی ان کی پناہ گاہ ہیں۔ اب تم خود سوچ لو۔"

یہ باتیں سن کر کچھ لوگ کانپ اُٹھے اور حوصلے ان کے پست ہو گئے۔ چنانچہ انھوں نے لوٹنے کا ارادہ کر لیا۔ کچھ اور لوگوں کو بھی سمجھایا وہ لوگ بھی تیار ہو گئے۔ اس طرح یہ لوگ مکہ لوٹ آئے۔

پھر قریش کی فوج سامنے آئی۔ ہر ہر سپاہی سر سے پیر تک لوہے میں غرق تھا۔ یہ عجیب منظر تھا۔ اس وقت آپ پر انتہائی خضوع کا عالم تھا۔ دونوں ہاتھ پھیلا کر فرماتے:

" اے اللہ! یہ قریش کے لوگ ہیں۔ یہ غرور سے اکڑتے ہوئے تجھ سے لڑنے آئے ہیں۔ یہ تیرے دین کی مخالفت پر کمر کسے ہوئے ہیں۔ تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ناکام کرنے پر تُلے ہوئے ہیں۔ اے اللہ! تو نے مدد کا وعدہ کیا ہے۔ اس وعدہ کو پورا کر۔ اے اللہ! تو نے مجھ سے ثابت قدم رہنے کے لیے کہا ہے۔ اور "بڑے گروہ" کا وعدہ کیا ہے بے شک تو وعدے پورا کرنے والا ہے۔"

بے خودی کا یہ عالم تھا کہ چادر کندھوں سے گر پڑتی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر تک نہ ہوتی۔ کبھی سجدہ میں گر پڑتے اور فرماتے:

"خدایا! اگر آج یہ جانیں مٹ گئیں، تو قیامت تک تیری پرستش نہ ہو گی۔"

ایک طرف پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ انداز تھا۔ اور دوسری طرف اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد میں مصروف تھا۔ اور حکمت کے ساتھ آپ کی ہمت بڑھا رہا تھا ابھی آپ راستہ ہی میں تھے اور دشمنوں کی تعداد سے بالکل بے خبر تھے، کہ اللہ نے دشمن کی فوج کو خواب میں دکھایا۔ خواب میں اندازہ ہوا کہ دشمن تھوڑے ہی ہیں۔ اس سے آپ کا حوصلہ بڑھا اور دل کو اطمینان نصیب ہوا۔ مسلمانوں نے سنا تو ان کی بھی ہمت بڑھی۔ اور وہ بے کھٹک بڑھتے چلے گئے۔ پھر جب دونوں فوجیں آمنے سامنے ہوئیں تو کافر مسلمانوں کو کم نظر آئے اور مسلمان کافروں کو تھوڑے دکھائی دیے۔ اسی طرح دونوں کے دل بڑھے اور دونوں میدانِ جنگ میں اتر آئے۔ پھر جنگ چھڑی تو مسلمان تو کافروں کو بہت نظر آنے لگے۔ لیکن کافر مسلمانوں کو کم ہی دکھائی دیئے۔ اس سے کافروں کے حوصلے تو پست ہو گئے اور وہ خوف اور گھبراہٹ سے بدحال ہو گئے۔ لیکن مسلمانوں کی ہمت اور بڑھ گئی اور وہ بڑھ بڑھ کر کافروں کو مارنے لگے۔ ذیل کی آیتوں میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے:

www.quranurdu.com

اِذْ يُرِيْكَهُمُ اللّٰهُ فِيْ مَنَامِكَ قَلِيْلًا ؕ وَّ لَوْ اَرٰىكَهُمْ كَثِيْرًا لَّفَشِلْتُمْ وَ لَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ o وَ اِذْ يُرِيْكُمُوْهُمْ اِذِ الْتَقَيْتُمْ فِيْۤ اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا وَّ يُقَلِّلُكُمْ فِيْۤ اَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ؕ وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ o

"(یاد کرو) جب (اے نبی!) اللہ تمھیں خواب میں انھیں تھوڑا دکھا رہا تھا۔ اور اگر کہیں وہ انھیں زیادہ دکھا دیتا تو ضرور (اے ایمان والو!) تم ہمت ہار بیٹھتے اور اس (لڑائی کے) معاملے میں باہم جھگڑنے لگ جاتے لیکن اللہ تعالیٰ نے (تمہیں) اس سے بچا لیا۔ بلاشبہ وہ سینوں (دلوں) تک کا حال جانتا ہے۔ اور (یاد کرو) جب تم ایک دوسرے کے مقابل ہوئے تو اللہ انھیں تمہاری نگاہوں میں تھوڑا دکھا رہا تھا۔ اور ان نگاہوں میں تمھیں کم کرکے دکھا رہا تھا تاکہ جو بات ہونی تھی اللہ اسے پورا کر دے۔ اور سارے معاملے اللہ ہی کی طرف پلٹتے ہیں۔"

قریش کے کچھ لوگ بڑھے، کہ مسلمانوں کے حوض سے پانی پییں۔ مسلمانوں نے دیکھا تو انھیں بھگانا چاہا۔ مگر پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"پی لینے دو۔ جو بھی پی لے گا وہ زندہ بچ کر نہ جا سکے گا۔"

www.quranurdu.com

لڑائی اس طرح شروع ہوئی کہ ابوجہل نے عامر بن حَضرمی کو (جسے اپنے بھائی کے خون کا دعویٰ تھا) للکارا۔ اس نے کہا، خون کا بدلہ سامنے ہے۔ کھڑے ہو کر قوم سے دہائی دو۔ چنانچہ عامر عرب کے دستور کے مطابق ننگا ہو گیا۔ اور پکارا:

وَاعَمْرَاہ وَاعَمْرَاہ!

ہائے عمرو، ہائے عمرو!

اس سے تمام فوج میں آگ لگ گئی۔ اور جنگ شروع ہو گئی۔ سب سے پہلے عامر بن حضرمی آگے بڑھا۔ مقابلہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے غلام مِہجع رضی اللہ عنہ سامنے آئے۔ عامر بن حَضرمی نے بڑھ کر انھیں قتل کر دیا۔ اس طرح غزوۂ بدر میں سے پہلے مِہجع رضی اللہ عنہ کو شہادت نصیب ہوئی۔

اس کے بعد عتبہ سینہ تان کر لشکر سے باہر آیا۔ یہی لشکر کا سردار بھی تھا۔ ساتھ میں اس کا بھائی شیبہ اور اس کا بیٹا ولید بھی آگے بڑھے۔ ادھر سے مقابلہ میں تین انصاری جوان نکلے۔ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دیکھ کر خیال آیا کہ یہ کفر و اسلام کی پہلی جنگ ہے۔ اس جنگ میں پہلے انصار جان کی بازی لگائیں۔ یہ مناسب نہیں۔ پہلے مہاجرین کو ہتھیلی پر جان رکھ کر آگے بڑھنا چاہیے۔ اس لیے وہ اپنی قوم اور رشتہ کے لوگ ہیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"بنی ہاشم! یہ لوگ باطل کے نام پر اکٹھا ہوئے ہیں۔ یہ لوگ حق کے نور کو مٹا دینا چاہتے ہیں۔ اُٹھو، اور اسے حق کے نام پر جان دو، جسے تمہارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آیا ہے۔"

یہ سن کر علی رضی اللہ عنہ، حمزہ رضی اللہ عنہ اور عبیدہ رضی اللہ عنہ میدان میں آئے۔ عتبہ نے اپنے بیٹے سے کہا:

"ولید! آگے بڑھو۔"

ولید کا مقابلہ میں آنا تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بڑھ کر اُسے قتل کر دیا۔ پھر عتبہ خود بڑھا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے بڑھ کر اُسے قتل کر دیا۔ پھر شیبہ آگے بڑھا۔ مقابلہ میں حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ آئے۔ شیبہ نے انھیں زخمی کر دیا اور ان کی پنڈلی کٹ کر الگ ہو گئی۔ حضرت اور علی رضی اللہ عنہ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے یہ حال دیکھا تو فوراً آگے بڑھے، اور شیبہ کو ٹھنڈا کر دیا۔ پھر حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کو کندھے پر اٹھا کر پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے۔ کچھ دنوں میں حضرت عبیدہ اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اب عام حملہ شروع ہو گیا۔ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتھیوں کو للکارا:

''بڑھو جنت کی طرف، جس کی کشادگی زمین و آسمان کے برابر ہے۔''

عُمیر بن حمام نے جنت کی خوشخبری سنی تو خوشی سے اُچھل پڑے۔ کہا:

''ہائیں، ہائیں۔ جنت میں پہنچنے میں بس اتنی ہی دیر ہے۔ کہ یہ لوگ مجھے قتل کر دیں۔''

چنانچہ اس وقت وہ کھجور کھا رہے تھے۔ مگر جنت کی خوشبو پا لینے کے بعد اس کھجور میں کیا مزا مل سکتا ہے۔ فوراً اس کو پھینکا اور دشمن کی صف میں گھس گئے۔ کچھ دیر جانبازی کے ساتھ لڑتے رہے پھر شہید ہو گئے۔

جنگ زوروں پر تھی اور دونوں طرف سے حملے ہو رہے تھے کہ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مٹھی ریت لی اور دشمن کی طرف پھینکتے ہوئے فرمایا:

شَاهَتِ الْوُجُوْه ۔ شَاهَتِ الْوُجُوْه

منہ کالے ہوں! منہ کالے ہوں!

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ تھا اور خدا کی قدرت۔ یہ مٹھی بھر ریت عذاب بن کر فوج میں پھیل گئی اور مسلمان پورے زور و شور سے ان پر ٹوٹ پڑے۔ اور قتل کا بازار گرم کر دیا۔ آخر کار دشمنوں کی ہار ہوئی اور مسلمانوں کی جیت ہوئی۔ حق کو فتح ہوئی اور باطل کو شکست ہوئی۔

ابھی جنگ جاری ہی تھی کہ عبدالاسود کے بیٹے اَسود نے کہا جو قبیلۂ مخزوم کا آدمی تھا:

''خدا کی قسم! میں تو مسلمانوں کے حوض کا پانی پیوں گا، یا اسے بیکار کر دوں گا۔ ورنہ مجھ پر جینا حرام۔''

چنانچہ وہ تیزی سے لپکا اور حوض کے قریب آ گیا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پاس ہی کھڑے تھے۔ بجلی کی طرح جھپٹے اور تلوار کا وار کیا چوں کہ وار سخت تھا۔ ایک پیر کٹ کر الگ ہو گیا۔ اب وہ گھسٹ کر حوض میں جا پڑا اور دوسرے پیر سے اس کو توڑ بھی دیا۔ اور اس کا پانی بھی پیا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پھر لپکے اور بڑھ کر ایک اور وار کیا۔ دیکھا گیا تو اب وہ بالکل ٹھنڈا ہو چکا تھا۔

جنگ ختم ہوئی تو پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''دیکھو، ابوجہل کہاں ہے۔ وہ بھی کہیں پڑا ہو گا۔''

چنانچہ عبداللہ بن مسعود اس کی تلاش میں نکلے۔ دیکھا تو وہ ایک جگہ پڑا دم توڑ رہا تھا۔ عبداللہ بن مسعود نے گردن پر پیر رکھا اور سر الگ کر کے خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اس طرح کفر و شرک کے بہت سے علمبردار مارے گئے۔ اور قریش کے بہت سے سرداروں کے سر قلم ہوئے۔ قتل ہونے والے ستّر تھے اور قید ہونے والے بھی ستّر۔

www.quranurdu.com

مسلمانوں میں چودہ شہید ہوئے۔ چھ مہاجر تھے اور آٹھ انصاری۔

مارے جانے والے دشمنوں کی تعداد زیادہ تھی۔ اس لیے ہر ایک کو الگ الگ دفن کرانا مشکل تھا۔ وہیں ایک چوڑا کنواں تھا۔ تمام لاشیں آپ نے اسی میں ڈلوادیں۔ پھر اسے برابر کر دیا گیا۔ اس کے بعد آپ نے ان میں سے ہر ایک کا نام لے لے کر پکارا اور فرمایا:

''کتنے بُرے رشتہ دار نکلے تم! میں نے اپنے رب کا وعدہ سچا پایا۔ کیا تم نے بھی اپنے رب کے وعدوں کو سچا پایا؟''

تم نے مجھے جھوٹا سمجھا۔ اَوروں نے مجھے سچا جانا۔ تم نے مجھے بے وطن کر دیا۔ دوسروں نے مجھے پناہ دی۔ تم نے مجھ سے جنگ کی۔ غیروں نے میری مدد کی۔

ساتھیوں نے عرض کیا: ''اللہ کے رسول! جو لوگ مر چکے ہیں، اُن سے آپ فرما رہے ہیں!''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ان کو اب معلوم ہو گیا کہ رب کا وعدہ سچا تھا۔''

پھر آپ ابوجہل کی لاش کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

''یہ تو فرعون سے بھی زیادہ سرکش نکلا۔ فرعون کو اپنی ہلاکت کا یقین ہوا، تو اس نے اللہ کو یاد کیا۔ مگر اس کو ہلاکت کا یقین ہوا، تو اس نے لات و عزّٰی کو پکارا۔''

لڑائی ختم ہو گئی، تو پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ اور عبداللہ بن رواحہ کو مدینہ دوڑا دیا، کہ لوگوں کو فتح کی خوشخبری سنائیں۔ فتح کی خبر سنتے ہی مسلمان خوشی سے اُچھل پڑے۔ لیکن منافق اور یہود؟ وہ غم سے پیلے پڑ گئے۔

==========

مالِ غنیمت تقسیم ہونے کا وقت آیا، تو مسلمانوں میں اختلاف ہو گیا اور ان میں باہم کچھ باتیں ہونے لگیں:

جوان بولے:

''مالِ غنیمت کے حقدار تو ہم ہیں۔ کیونکہ ہم نے ہی دشمن کو ہرایا اور ہم نے جان پر کھیل کر میدان جیتا ہے۔''

بوڑھے بولے:

''سچ پوچھو، تو اس کے حقدار ہم ہیں کہ ہم نے ہی تمہاری حفاظت کی ہے اور ہم نے ہی پیچھے سے دشمن کو روکا ہے۔''

سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا:

''اللہ کے رسول! کیا شہسواروں کا بھی اتنا ہی حصہ ہے جتنا کمزوروں کا؟''

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ارے میاں! کمزوروں ہی کی وجہ سے تو اللہ کی مدد آتی ہے۔''

اتنے میں حضرت جبرایل علیہ السلام آ پہنچے، ساتھ میں خدا کا یہ پیغام بھی لائے:

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ ، وَ اَصْلِحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (الانفال:1)

www.quranurdu.com

''(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) تم سے لوگ انفال (مالِ غنیمت) کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ کہو، انفال اللہ اور اس کے رسول کے ہیں، تو تم اللہ کی نافرمانی سے بچو اور اس کی ناخوشی سے ڈرو اور آپس کے تعلقات ٹھیک رکھو، اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اگر تم مومن ہو۔''

اسی وقت رسولِ خدا کی طرف سے اعلان ہوا:

''جس نے کسی کو مارا ہے، وہ اس کے سامان کا مالک ہے۔ جس نے کسی کو قید کیا ہے۔ وہ قیدی اسی کا ہے اور جو کچھ میدان میں ملا۔ یا بغیر لڑائی کے ہاتھ میں آیا ہے۔ وہ سب کا ہے۔''

یہ سن کر سب نے سر جھکا دیا۔ اور مالِ غنیمت کو پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر چھوڑ دیا۔ کہ جسے چاہیں، خدا کی ہدایت کے مطابق تقسیم فرمائیں۔ ''قیدیوں کا کیا ہو گا؟''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتھیوں سے مشورہ کیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بولے:

''کفر اور سرکشی کی سزا میں انھیں قتل کیا جائے۔''

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا:

''اللہ کے رسول! یہ آپ کے اپنے ہی بھائی بند ہیں جنھیں آج اللہ نے آپ کے بس میں کر دیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ انھیں مارا نہ جائے بلکہ ان سے فدیہ لے لیا جائے۔ اس سے آئندہ جنگ کے لیے بھی کچھ سامان ہو جائے گا۔ پھر ہو سکتا ہے کہ اللہ انھیں ہدایت دے دے اور کل یہی آپ کے دست و بازو بن جائیں۔''

رسولِ خدا نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی رائے پسند فرمائی۔ چنانچہ جو لوگ فدیہ دے سکتے تھے۔ ان سے فدیہ لیا گیا۔ جو لوگ غریب اور نادار تھے لیکن پڑھے لکھے تھے، ان کے ذمہ تعلیم کا کام کیا گیا، کہ مدینہ کے دس دس لڑکوں کو پڑھنا لکھنا سکھائیں اور جو لوگ جاہل تھے۔ انھیں ویسے ہی چھوڑ دیا گیا۔

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کامیاب و فتح یاب ہو کر مدینہ لوٹے اور شہر میں وداع کی گھاٹی سے داخل ہوئے۔ اس وقت جذباتِ شکر سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ لبریز تھا۔

غزوۂ بدر کا انجام سامنے آیا، تو مشرکوں کے حوصلے پست ہو گئے منافقین کے دل سہم گئے اور مدینہ کے یہود مسلمانوں سے دبنے لگے۔ بہت سے کٹر دشمن، اسلام لے آئے۔ اس جنگ میں کتنی ہی عورتیں بیوہ ہو گئیں۔ اور کتنی ہی مائیں سوگوار ہو گئیں۔ چنانچہ اس کے غم میں انھوں نے اپنے بال بھی کٹوا ڈالے اور تقریباً ایک ماہ تک گھر گھر ماتم رہا۔

==========

قریش کی اتنی جانیں ضائع ہوئیں۔ نہ جانے کتنی دولت مٹی میں مل گئی۔ شکست سے ان کی عزت و شوکت پر بھی آنچ آئی۔ اس کا قریش کو سخت صدمہ تھا۔

www.quranurdu.com

عُمیر بن وہب اسلام کا ایک کٹر دشمن تھا۔ وہ اور صفوان بن امیہ دونوں ایک روز حجر میں بیٹھے تھے۔ بدر کا ماتم کر رہے تھے۔ صفوان نے کہا: ''خدا کی قسم! اب زندگی میں کوئی لطف نہیں۔''

عُمیر نے کہا: ''سچ کہتے ہو۔ میں قرض سے دبا ہوا ہوں۔ اور بچوں کا خیال بھی ستا رہا ہے۔ ورنہ میں تو محمد کی جان لے کر چھوڑتا میرا بیٹا بھی تو وہیں قید ہے۔''

صفوان نے کہا: '' تم قرض کی فکر نہ کرو۔ بچوں کی طرف سے بھی بے غم ہو جاؤ۔ میں ان کا ذمہ دار ہوں۔''

چنانچہ عُمیر مدینہ کے لیے روانہ ہو گیا۔ تلوار بھی گردن سے لٹک رہی تھی۔ وہاں پہنچ کر وہ مسجد میں داخل ہوا، کہ اپنا کام کرے۔

حسن اتفاق سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نگاہ پڑ گئی۔ دیکھتے ہی انھوں نے تیور بھانپ لیے اور گلا دبائے اسے حضور کی خدمت میں لائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عُمیر! کیا ارادہ ہے؟''

عُمیر بولا: ''بیٹے کو چھڑانے آیا ہوں۔''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تلوار کا کیا کام ہے؟''

عُمیر نے کہا: ''برا ہو تلواروں کا۔ آخر بدر میں کس کام آئیں؟ آنے لگا تو اس کی طرف ذہن نہ گیا۔ حالانکہ وہ میری گردن میں تھی۔''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عمیر! سچ سچ بتاؤ۔۔۔ کیوں آئے ہو؟''

عُمیر نے کہا: ''میں بیٹے ہی کے لیے آیا ہوں۔''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حجر میں صفوان سے کیا بات طے ہوئی ہے؟''

عُمیر سناٹے میں آ گیا: ''کیا بات طے ہوئی ہے؟''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم نے اس سے میرے قتل کا وعدہ کیا ہے۔ اس شرط پر کہ وہ تمہارا قرض ادا کر دے، اور تمہارے بچوں کا ذمہ لے لے۔ سن لو، اللہ یہ ہونے نہ دے گا۔''

عُمیر بولا: ''میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔''

اور اب عُمیر مسلمان تھا۔ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتھیوں سے فرمایا:

''اپنے بھائی کو قرآن پڑھاؤ اور اس کے قیدی کو آزاد کر دو۔''

پھر عُمیر رضی اللہ عنہ لوٹ کر مکہ آئے اور جو لوگ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی خبر سننے کے لیے بے تاب تھے۔ اب انھوں نے عُمیر کے اسلام کی خبر سنی مکہ پہنچ کر وہ اسلام پھیلانے میں لگ گئے، اور لوگوں کو آپ کی پیروی پر اُبھارنے لگے۔ بہت سے لوگ ان کے ہاتھ پر اسلام بھی لائے۔

==========

www.quranurdu.com

محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم

خونِ دِل و جگر سے ہے سرمایۂ حیات

www.quranurdu.com

- قریش کی جنگی تیاریاں
- بنی قینقاع کی شر انگیزیاں
- بنی قینقاع کی جلاوطنی
- قبائل میں قریش کا دورہ
- لشکر قریش کی روانگی
- صحابہ رضی اللہ عنہم کا غیر معمولی جوش و خروش
- اسلامی فوج کی روانگی
- عبداللہ بن اُبی کی غداری
- میدانِ اُحد میں فوجوں کی صف آرائی
- جنگ کے شعلے بھڑک اُٹھے
- دشمن کی پسپائی
- جنگ کا نقشہ بدل گیا
- صحابہ رضی اللہ عنہم کی جاں فروشی
- جنگ کا انجام
- مشرکین کی بہیمیت اور سفاکی

قریش ایک ماہ تک روتے دھوتے رہے اور جو سردار مارے گئے تھے، ان کا ماتم کرتے رہے۔ پھر ماتم ختم ہو گیا۔ اور رونا دھونا بند ہو گیا۔ یہ رونا دھونا کیوں بند ہوا؟ کیا انھوں نے اپنے عزیزوں اور لیڈروں پر صبر کر لیا؟ یہ ماتم کیوں ختم ہوا؟ کیا اس لیے کہ انھوں نے تقدیر کے آگے سر ٹیک دیا؟

اصل میں یہ بات نہ تھی۔ قریش ایسے نہ تھے کہ وہ اپنے سرداروں پر صبر کر لیتے، اور خاموش ہو رہتے۔ ان کے سینے ابھی سلگ رہے تھے اور دل ابھی تڑپ رہے تھے۔ البتہ اب ماتم کا شور نہ تھا۔ اب آنسوؤں کا طوفان نہ تھا۔ اب خون کا بدلہ لینے کی دُھن تھی۔ اب انتقام کی تیاریاں تھیں۔ عورتوں نے سر کے بال کٹوا ڈالے اور عطر کو اپنے اُوپر حرام کر لیا۔ نذر مان لی کہ خوشبو نہ لگائیں گی۔ اور زینت کی چیزوں سے دُور رہیں گی، جب تک کہ خون کا بدلہ نہ دیکھ لیں گی۔ مردوں نے عہد کر لیا کہ چین سے نہیں بیٹھیں گے اور آرام کی نیند نہیں سوئیں گے، جب تک کہ بھرپور بدلہ نہ لے لیں گے۔ ابو سفیان کچھ اور آگے رہا۔ اس نے قسم کھالی کہ نہائیں گے نہیں، جب تک کہ محمد کو نیچا نہ دکھالیں گے۔

اس طرح قریش کے آنسو تھم گئے اور رونے پیٹنے کی آوازیں بند ہو گئیں، اور انھوں نے عزم کر لیا کہ محمد سے پھر جنگ کریں گے اور خون کی آگ خون سے بجھائیں گے۔ چنانچہ اب قریش جنگ کی تیاریوں میں لگ گئے اور جنگ جیتنے کے لیے جو جو چیزیں چاہئے تھیں، ان کا انتظام کرنے لگے تاکہ جلد سے جلد سینے کی آگ بجھے اور بے چین دل کو چین نصیب ہو۔

جنگ سے پہلے جو تجارتی قافلہ شام سے آیا تھا۔ اس کا سرمایہ دار الندوہ میں روک لیا گیا تھا، اور جوں کا توں محفوظ تھا۔ اس میں ابھی حصے بخرے نہیں ہوئے تھے۔ قریش نے آپس میں طے کیا کہ حصہ داروں کو اصل سرمایہ واپس کر دیا جائے اور جو نفع ہو، اس کو فوج پر خرچ کیا جائے اور جنگی تیاریوں میں لگایا جائے۔

یہ بات تو سب کے دل کی بات تھی، اس لیے پیش ہونے سے پہلے ہی منظور تھی۔ چنانچہ چٹ پٹ سامان فروخت ہوا، اور چیزیں چونکہ بہت قیمتی تھی،، اس لیے کافی نفع ہوا۔ پھر حصہ داروں کو اصل سرمایہ واپس کیا گیا۔ اور بقیہ جو نفع ہوا وہ جنگ کی مد میں داخل ہو گیا اور زور شور سے تیاریاں شروع ہو گئیں۔

بدر میں ابو سفیان کا بیٹا بھی قتل ہو گیا تھا۔ اس کا ابو سفیان کو انتہائی شدید صدمہ تھا۔ اور وہ انتقام لینے کے لیے بُری طرح بے تاب تھا۔ مگر قریش کو بدر میں مسلمانوں کے زور کا اندازہ ہو چکا تھا۔ اس لیے وہ چاہتے تھے کہ اس بار بہت بڑے لشکر سے مقابلہ کریں۔ اور ساز و سامان اور اسلحہ سے بھی پوری طرح لیس ہوں۔ مگر یہ کام وقت کے وقت ہونے کا تو تھا نہیں۔ بہر حال اس میں کچھ دن لگتے۔ اِدھر ابو سفیان غم و غصہ سے بد حواس تھا۔ اس میں انتظار کی کہاں تاب تھی۔ چنانچہ اس نے مکہ کے دو سو آدمیوں کو ساتھ لیا، اور محمد سے انتقام لینے کے لیے چل پڑا۔ مدینہ سے کچھ فاصلہ پر عُریض نامی ایک مقام ہے۔ وہاں پہنچا تو ایک انصاری اپنی کھیتی میں لگے ہوئے تھے۔ ساتھ میں ایک مزدور بھی تھا۔ ان دونوں کو اس نے وہیں تہہ تیغ کیا اور دو گھروں میں آگ لگا دی۔ کچھ کھجور کے درخت تھے۔ ان کو بھی جلا دیا۔ ان باتوں سے اس کے نزدیک قسم پوری ہو گئی اور وہ اپنے آدمیوں کے ساتھ وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا۔

www.quranurdu.com

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حادثہ کی خبر ملی، تو آپ نے ابو سفیان کا پیچھا کیا لیکن بھاگنے والوں نے ہوشیاری کی۔ جان خطرہ میں دیکھی، تو اونٹوں کا بوجھ ہلاک کرنے لگے یعنی ساتھ میں سَتّو کی بوریاں تھیں۔ ان کو وہ نیچے پھینکنے لگے۔ اس طرح کہیں جا کر ان کی جان چھوٹی، اور وہ سالم واپس آ گئے۔ عرب میں سَتّو کو چونکہ سَوِیق کہتے ہیں۔ اس لیے واقعہ غزوۂ سویق کے ہی نام سے مشہور ہوا اور ذی الحجہ 2 ہجری میں پیش آیا۔

مدینہ میں یہودیوں کا بھی ایک قبلہ آباد تھا۔ جو بنی قینقاع کے نام سے مشہور تھا، اور جہاں یہ آباد تھا، وہیں اس کی تجارتی منڈی بھی تھی۔ سُناری میں بھی اس قبیلہ کی کافی شہرت تھی۔ یہودیوں کے بقیہ قبیلے مدینے کے باہر تھے کچھ تو خیبر میں تھے اور کچھ دوسری جگہوں پر۔ ہاں تو آج کل پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بنی قینقاع کی ہی مہم پر تھے۔

بات کیا تھی؟ بنی قَینقاع کے یہودی پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیف تھے یعنی وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صلح و دوستی کا معاہدہ کر چکے تھے۔ مگر پھر بھی اسلام کی ترقی دیکھ کر جلتے تھے۔ سامنے تو دوستی اور محبت کا دم بھرتے تھے، مگر پیٹھ پیچھے اسلام کا گلا گھونٹنے کی سازشیں کرتے تھے۔ مشرکوں سے بھی ان کا سلام پیام جاری تھا۔ لیکن بدر میں مسلمانوں کی فتح ہوئی، تو ان کے لیے یہ دورخی پالیسی دشوار ہو گئی۔ چنانچہ اب ان کے سینوں میں غیرت کی آگ سلگنے لگی اور دل حسد سے پکنے لگے۔

ان کی عقلیں حیران تھیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے معاہدہ کر لیا۔ اور صلح و دوستی سے ہم کو ہموار کر لیا۔ پھر دیکھتے دیکھتے اپنے دین کو اتنا چمکا دیا، کہ گھر گھر اسلام کا چراغ روشن ہو گیا۔ یہی نہیں۔ وہ ہتھیار سج کر میدان میں بھی آتے ہیں۔ اور مشرکوں اور ظالموں سے ٹکر لیتے ہیں، اور اللہ ان کو فتح مند بھی کرتا ہے۔ اس طرح عرب قبیلوں پر ان کی دھاک بیٹھ جاتی ہے۔ اور سارے لوگ ان سے لرزنے لگتے ہیں۔ یہودی بھلا اس کو ٹھنڈی آنکھوں کیسے دیکھ سکتے تھے کہ یہ تو ان کے لیے خطرہ کی گھنٹی تھی۔ چنانچہ اب وہ کھل کر سامنے آ گئے اور ریا اور نفاق کی چادر انھوں نے اُتار پھینکی۔ اب وہ مسلمانوں کے لیے ننگی تلوار بن گئے اور کھلے بندوں ان کی مخالفت کرنے لگے۔ وہ لوگوں کو ان کے خلاف جوش دلاتے۔ اشعار میں ان کی ہجو کرتے کڑوی کسیلی باتوں سے ان کا دل چھیدتے۔ غرض انھوں نے معاہدہ کی کوئی پروانہ کی اور نہ صلح کا کوئی احترام کیا۔ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ رنگ دیکھا، تو ان کو جمع کیا اور ایک ہمدرد اور خیر خواہ کی طرح ان سے فرمایا:

''یہودی بھائیو! بخدا تمھیں یقین ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ اس لیے اسلام میں آ جاؤ۔ دیکھو ایسا نہ ہو کہ بدر والوں کی طرح تمہارا بھی عبرتناک انجام ہو۔''

لیکن وہ لوگ تو طاقت کے نشہ میں چور تھے۔ لہٰذا انھوں نے آپ کی بات کی کوئی پرواہ نہ کی۔ ماننا تو درکنار، اکڑتے ہوئے جواب دیا:

''محمد! دھوکہ نہ کھانا۔ وہ ناتجربہ کار لوگ تھے، جنھیں ہرا دینے پر تمھیں ناز ہے۔ یاد رکھو! ہم تلواروں کے دھنی ہیں۔ ہم میدانِ جنگ کے شیر ہیں۔ ہم سے معاملہ پڑا، تو ہم دکھا دیں گے کہ لڑائی کس کا نام ہے!''

یہ عہد شکنی اور دشمنی کا کھلا ہوا اعلان تھا۔ چنانچہ اب مسلمانوں اور یہودیوں کے تعلقات بگڑ گئے۔ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجبور ہو کر جنگ کا فیصلہ کر لیا، ان کے گھروں کو گھیر لینے کا حکم دیا۔ اشارہ کی دیر تھی۔ مسلمانوں نے فوراً گھروں کو گھیر لیا۔ بالآخر عاجز ہو کر انھوں نے ہتھیار ڈال دیے پھر جب وہ پوری طرح قابو میں آ گئے تو مسلمانوں نے کہا:

www.nuranurdu.com

''اللہ کے رسول! انھیں قتل کیا جائے۔''

مگر عبداللہ بن اُبی جو اُن کا حلیف تھا اور منافقوں کا سردار بھی، وہ ان کے لیے سفارش کرنے لگا کہ:

''اللہ کے رسول! یہ جلاوطن کر دیے جائیں۔''

بالآخر پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہو گئے اور فرمایا:

''تین دن کے اندر یہ مدینہ خالی کر دیں۔''

اس طرح یہ یہودی مدینہ سے چلے گئے۔ ساتھ میں بال بچوں کو بھی لے گئے اور جتنا مال واسباب لے جا سکتے تھے، وہ بھی لے گئے اور شام کے علاقہ میں اَذرَعات ایک مقام ہے۔ وہاں جا کر بس گئے۔ یہ سات سو آدمی تھے، جن میں تین سو زرہ پوش بھی تھے۔

بنی قینقاع جلاوطن ہوئے تو اسلام کا بڑا فائدہ ہوا، کیونکہ اس سے لوگوں کے دلوں پر رعب چھا گیا۔ انھوں نے سوچا کہ:

''مسلمانوں کے حکم سے اتنا بڑا قبیلہ بے وطن ہو گیا۔ وہ بھی اتنا دلیر اور بہادر قبیلہ! معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کا زور بہت بڑھ گیا ہے اور اب ان کی طاقت کا کوئی ٹھکانا نہیں رہا۔''

آس پاس بنی نضیر اور بنی قریظہ کے قبیلے آباد تھے۔ یہ دونوں قبیلے بھی یہودیوں کے تھے۔ یہ دونوں قبیلے بھی مسلمانوں سے سہم گئے۔ عرب کے دوسرے قبیلے بھی ڈر کر خاموش ہو رہے۔ اگرچہ کچھ قبیلوں نے یہ بھی سوچا کہ اگر یہی حال رہا تو کچھ دنوں میں یہ پورے عرب پر چھا جائیں گے لہٰذا ان کے زور کا توڑ ہونا چاہیے اور کسی طرح ان کے رعب کا خاتمہ ہونا چاہیے۔ چنانچہ انھوں نے سوچا، اور مدینہ پر چڑھائی کی تیاری شروع کر دی۔ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس فتنے کو دبانے کے لیے آگے بڑھے۔ مگر ان قبیلوں نے سنا تو ان کے ہوش اُڑ گئے اور جان بچانے کے لیے کچھ تو خطرناک ریگستانوں میں پھیل گئے۔ اور کچھ نے پہاڑی درّوں اور غاروں میں پناہ لی۔

چونکہ قریش کا بہت دار و مدار شام کی تجارت پر تھا، اور اس تجارت کو بند کرنے میں ان کے لیے خطرہ ہی خطرہ تھا، لہٰذا اس کو تو بہرحال جاری رکھنا تھا، لیکن شام جائیں کدھر سے؟ مدینہ ہو کر جانے کی تو ہمت تھی نہیں کہ ادھر سے مسلمانوں کے چھاپہ مارنے کا ڈر تھا۔ آخر کار مجبور ہو کر انھوں نے عراق کا راستہ اختیار کیا۔ یہ راستہ بہت لمبا تھا۔ دشواریاں بھی بے انتہا تھیں۔ پانی ملنا بھی ایک مسئلہ تھا۔ لیکن اس کے علاوہ چارہ بھی کیا تھا۔ مگر خدا کا کرنا کہ یہ تدبیر بھی چھپ نہ سکی۔ یعنی پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کو اس کی خبر ہو گئی۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو چھاپہ مارنے کے لیے دوڑایا کہ اب جنگ کا زمانہ تھا اور دشمن کے نقصان سے بچنے کے لیے خود انھیں نقصان پہنچانا ضروری تھا۔ اس طرح حضرت زید رضی اللہ عنہ سو سواروں کا دستہ لے کر روانہ ہو گئے۔ اور نجد میں ایک جگہ ہے قرَوہ، وہاں پر قافلہ کو جا لیا۔ قافلہ والے انھیں دیکھتے ہی سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر بھاگ نکلے، اور سارا سامان دستہ کے ہاتھ لگا۔ چنانچہ ہنسی خوشی یہ لو مدینہ لوٹے۔ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی خدا کا شکر ادا کیا اور سارا سامان مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے آئے تو مسلسل جنگ و جہاد میں لگے رہے، اسلام کی ترقی کے لیے آپ نے لڑائیاں بھی کیں۔ اور جان و مال کی قربانیاں بھی دیں۔ اور بیچ میں اگر کبھی سکون ملا اور خطرات سے اطمینان ہوا، تو یہ سکون و اطمینان کی گھڑیاں بھی

www.quranurdu.com

خالص آرام واطمینان میں نہ گزریں، بلکہ اس وقت ایک دوسری سرگرمی شروع ہوگئی، وہ سرگرمی تھی باہمی محبت اور ہمدردی کو استوار کرنے اور تعلقات کی بہتری اور خوشگواری کو پائیدار بنانے کی سعی وتدبیر۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو مخلص دوست تھے، جو ہر وقت کے ساتھی تھے اور جو ہوشیاری اور سمجھداری میں نمایاں تھے، ان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تعلقات کو اور مضبوط کرتے، پیار اور دلجوئی سے ان کے دلوں کو اور موہتے اور اس کے لیے آپ نے بہت سی ترکیبیں کیں۔ محبت پیدا کرنے کے لیے ایک مفید چیز رشتہ بھی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بھی اپنایا، اور ان سے اپنا رشتہ قائم کیا۔ آپ کے جو دو بڑے دوست تھے اور جو آپ کے دائیں بائیں بازو بھی تھے۔ ان کی بیٹیوں سے اپنا گھر بسا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی دلجوئی فرمائی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ ان سے مکہ ہی میں شادی ہو چکی تھی، لیکن ابھی وہ کم عمر تھیں، اس لیے اپنے ماں باپ کے ہی ساتھ تھیں۔ مدینہ پہنچ کر وہ آپ کے یہاں آگئیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ ان سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی کی۔ پھر آپ نے ساتھیوں کو اپنی بھی بیٹیاں دیں اور اس طرح بھی ان کی دلجوئی فرمائی۔ آپ کی ایک چھوٹی بیٹی تھیں فاطمہ رضی اللہ عنہا، ان کی شادی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کی۔ جو آپ کے وفادار یار تھے۔ ایک بیٹی رقیہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ ان کی شادی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کی، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر دل وجان سے قربان تھے۔ پھر پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بدر کے لیے تشریف لے گئے تو اسی درمیان یہ اللہ کو پیاری ہو گئیں۔ اور چونکہ پہلے سے ہی یہ بیمار تھیں، اس لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان کے تیمار دار رہے اور اسی لیے وہ بدر میں شریک نہ ہو سکے پھر رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہو گئی۔ تو آپ نے ان کی شادی دوسری بیٹی سے کر دی، جن کا نام تھا اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا ۔ اسی لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ذی النورین کا لقب ملا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیواؤں کی بھی دلجوائی فرمائی۔ ساتھیوں کو بھی سمجھایا کہ اگر کوئی عورت بیوہ ہو جائے، یا خدا کی راہ میں اس کا شوہر شہید ہو جائے اور پیچھے بچے چھوڑ جائے، تو اس بیوہ کا خیال رکھیں۔ اور اس کے ساتھ ہمدردی کریں۔ ہو سکے تو اس سے شادی بھی کر لیں۔ اور اس کے بچوں کی پرورش کریں۔ ایسا نہ ہو کہ وہ بیوہ بے سہارا ہو کر پریشانیوں کا نشانہ بن جائے اور بچے اس کے لیے کاندھے کا بار اور جان کا وبال ہو جائیں۔ چنانچہ ایک بی بی زینب تھیں۔ جو خزیمہ کی بیٹی تھیں۔ اور بہت شریف اور نیک عورت تھیں۔ صدقہ خیرات کی بھی شوقین تھیں۔ اسی لیے اُم المساکین کے نام سے مشہور تھیں۔ بدر کا معرکہ ہوا، تو شوہر شہید ہو گئے۔ اور یہ بیوہ ہو گئیں۔ چنانچہ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے شادی کر لی۔

بدر میں دشمنوں نے منہ کی کھائی تھی۔ کیا وہ یہ ذلت برداشت کر سکتے تھے؟ وہاں ان کی عزت وشوکت کو ٹھیس لگی تھی۔ کیا جیتے جی وہ یہ بدنامی گوارا کر سکتے تھے؟ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس بات سے غافل نہ تھے۔ آپ کو پورا یقین تھا کہ قریش نچلے بیٹھنے والے نہیں۔ وہ زخمی شیر کی طرح تلملا رہے ہیں اور غصہ سے سلگ رہے ہیں۔ اور وہ غصہ خون سے ہی ٹھنڈا ہو گا۔ یعنی ان کے جو سپاہی مارے گئے ہیں اُن کا انتقام لے کر ہی ان کو اطمینان ہو گا۔ مسلمانوں نے ان کا تجارتی قافلہ بھی لوٹا دیا تھا۔ حالانکہ اسی خطرہ سے انھوں نے اپنا راستہ بدلا تھا۔ اس سے ان کا زخم اور تازہ ہو گیا تھا۔ اور انتقام کا ایک نیا جوش پیدا ہو گیا تھا۔ ان باتوں کی وجہ سے پیارے نبی چوکنے تھے۔ اور سمجھتے تھے کہ ایک نہ ایک دن پھر جنگ کا سامنا ہونا ہے۔

www.nuraurdu.com

مکہ میں جنگ کی تیاریاں زوروں پر تھیں۔ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس اسلام تو لا چکے تھے۔ لیکن ابھی مکہ میں مقیم تھے۔ حالات کی نزاکت محسوس کرتے ہی انھوں نے ایک تیز رفتار آدمی کو یہ پیغام دے کر آپ کی خدمت میں بھیجا:

''قریش جنگ کے لیے مدینہ جا رہے ہیں۔ اور وہ بھاری لاؤ لشکر کے ساتھ ہیں۔ ہتھیار اور سامان بے پناہ ہیں۔''

ساتھ ہی انھوں نے قاصد کو تاکید کی کہ تین رات دن میں وہ مدینہ پہنچ جائے۔

یہ خبر پا کر پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ذرا بھی اچنبھا نہ ہوا۔ اور اچنبھے کی بات بھی کیا تھی؟ کہ آپ کو تو پہلے ہی اس کا اندیشہ تھا۔ لیکن اتنا بھاری لشکر! اور اتنا ہتھیار اور سامان! وہ بھی اتنی تھوڑی مدت میں! اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حیرت ضرور ہوئی۔

ادھر قریشی لشکر کی تیاری دن رات جاری تھی۔ ہتھیار اور سامان بہت تیزی سے اکٹھا ہو رہے تھے۔ اور بکثرت سپاہی بھرتی کیے جا رہے تھے قریش نے اس کے لیے نہ جانے کتنے قبیلوں سے معاہدے کیے تھے اور نہ جانے کتنے قبائلیوں کو ابھارا تھا۔ عرب میں جوش دلانے کا سب سے بڑا ذریعہ جوشیلے شاعر تھے، یا جوشیلے مقرر۔ قریش کے مقرر اور شاعر قبیلوں میں پھیل جاتے اور گرم گرم تقریریں کرتے، یا جوشیلے اشعار سناتے اور اس طرح لوگوں کے دلوں کو گرماتے اور انھیں جنگ میں حصہ لینے پر ابھارتے، چنانچہ دیکھتے دیکھتے ہی بہت بھاری لشکر تیار ہو گیا اور ہتھیاروں اور سامانوں کا ڈھیر لگ گیا۔

بہت سی عورتیں ایسی بھی تھیں، جن کے باپ بیٹے بدر میں مارے گئے تھے۔ اس لیے وہ تو غصہ سے بے تاب تھیں ہی، اپنے مردوں کو بھی بے تاب کیے ہوئے تھیں۔ ان عورتوں میں ہند سب سے آگے تھی۔ یہ عتبہ کی بیٹی اور ابو سفیان کی بیوی تھی۔ بدر میں اس کے باپ بھائی اور چچا تینوں مارے گئے۔ سن کر اس کا کلیجہ کھولنے لگا۔ اور اس نے قسم کھالی کہ جب تک خون کا بدلہ نہ لے لیں گے، خوشبو نہ لگائیں گے۔

کوچ کا وقت ہوا، تو اس نے کچھ اور عورتوں کو تیار کیا، اور لشکر کے ساتھ ہولی۔ لوگوں نے بہت روکنا چاہا، لیکن نہ مانی۔ طعیمہ بن عدی جو جبیر بن معطم کا چچا تھا۔ وہ بھی بدر میں مارا گیا تھا۔ اس کا جبیر کو سخت صدمہ تھا۔ چنانچہ اس کا ایک حبشی غلام تھا جس کا نام تھا وحشی۔ یہ چھوٹا نیزہ پھینک کر مارنے میں ماہر تھا، کیونکہ یہی حبشہ والوں کا خاص ہتھیار تھا۔ اس سے جبیر نے کہا:

''وحشی! اگر میرے چچا کے بدلہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم یا حمزہ رضی اللہ عنہ یا علی رضی اللہ عنہ کو مار دو تو تم آزاد ہو۔''

پھر ہند نے بھی اس سے کہا:

''وحشی! میرے عزیزوں کی ٹکر کے یا تو محمد ہیں۔ یا پھر حمزہ اور علی۔ ان تینوں میں سے کسی ایک کو بھی مار دو، تو بہت قیمتی انعام دوں گی۔''

چنانچہ وحشی نے دونوں سے وعدہ کر لیا۔ پھر لشکر مدینہ کی طرف بڑھا تین ہزار سپاہیوں کا دل بادل تھا۔ جس کے ساتھ دو سو گھوڑے اور تین ہزار اونٹ بھی تھے۔ اور ابو سفیان لشکر کا کمانڈر تھا۔ لشکر کے ساتھ پندرہ عورتیں بھی تھیں، جو ایک خاص انداز سے دف بجاتیں اور مقتولین بدر کے دردناک مرثیے پڑھتیں اور اس طرح وہ مردوں کو شکست پر غیرت دلاتیں اور اُن کے جذبہ انتقام کو اور ابھارتیں۔ لشکر ابو عامر اَوسی بھی شامل تھا یہ قبیلہ کا بہت معزز آدمی تھا، اور اسلام کے نام سے ہی جلتا تھا۔ پیارے نبی

www.quranurdu.com

صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی، تو مدینہ چھوڑ کر مکہ چلا آیا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں میں مل گیا اس کے ساتھ اس کے ساتھی بھی مکہ چلے گئے۔ ہاں تو اس نے قریش کے لوگوں سے کہا:

''چلو، اس بار تو خوب مزا آئے گا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں جہاں میں نکلا، اَوس کے سارے لوگ میرے گرد اکٹھا ہو جائیں گے، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک بھی نہ رہے گا۔''

چلتے چلتے جب لشکر اَبواء پہنچ گیا، جہاں پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ کی قبر ہے تو ہند نے لوگوں سے کہا:

''موقع اچھا ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ماں کی قبر اکھاڑ ڈالو۔ ہم میں سے کوئی قید ہوا تو اس کے جسم کا ایک ایک ٹکڑا فدیہ میں دے دیں گے۔''

لیکن کچھ لوگوں نے مخالفت کی، کہ:

''ایسا بھول کر نہ کرنا۔ ورنہ بنی خزاعہ اور بنی بکر ہمارے مردوں کی ساری قبریں کھود کر رکھ دیں گے۔''

لشکر آگے بڑھا، اور چلتے چلتے عقیق پہنچ گیا۔ پھر یہاں پہنچ کر ٹھہر گیا یہ ایک مشہور جگہ ہے جو مدینہ سے پانچ میل پر واقع ہے۔

اسی وقت بھتیجے کو چچا کا خط ملا۔ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت قبا میں تھے ساتھ میں اُبیّ بن کعب بھی تھے۔ انہی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خط پڑھ کر سنایا۔ سن کر آپ نے فرمایا:

''اچھا، دیکھو، کسی اور سے اس کا ذکر نہ کرنا۔''

پھر آپ مدینہ تشریف لائے اور سعد بن ربیع کے گھر جا کر اُن سے اس خط کا ذکر فرمایا۔ ابھی ہوشیار اور سمجھدار ساتھیوں سے مشورہ کرنا باقی تھا، اس لیے کسی اور کو بتانے سے منع فرمایا۔ مگر پاس ہی چونکہ سعد کی بیوی تھی، اس لیے اس نے یہ باتیں سن لیں۔ اور اس طرح یہ خبر چھپ نہ سکی۔ ابھی ساتھیوں سے مشورہ بھی نہ فرمایا تھا، کہ ہر طرف اس کا چرچا ہو گیا۔

ہجرت کا تیسرا سال اور شوال کی پانچویں تاریخ تھی۔ انس اور مونس دو جاں نثاروں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر کی خبر لانے کے لیے بھیجا۔ انھوں نے آکر اطلاع دی کہ قریش کا لشکر مدینہ کے بالکل قریب آگیا، اور کھیتوں کو اُن کے اونٹوں اور گھوڑوں نے چر لیا۔ مدینہ کی چراگاہ (عریض) بھی صاف ہو گئی۔ پھر آپ نے حباب بن منذر رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ فوج کی تعداد کی خبر لائیں اور ساز و سامان کا بھی اندازہ لگائیں۔ چنانچہ انھوں نے جا کر ساز و سامان اور تعداد کا اندازہ لگایا۔ پھر آپ کو ساری صورتِ حال بتادی۔

مدینہ کی یہ رات بڑے خوف اور گھبراہٹ کی رات تھی کہ انھیں ایک دل جلے اور ظالم دشمن سے پالا تھا۔ جس کی طاقت بھی بے پناہ تھی۔ شہر پر ہر آن حملہ کا اندیشہ تھا، اس لیے کچھ بہادر جانبازوں نے جنگی لباس تبدیل کیے اور رات بھر مدینہ کی سرحدوں پر پہرہ دیتے رہے۔ سعد بن معاذ نے بھی ہتھیار سجے، اور تمام رات مسجد نبوی کے دروازے پر ٹہلتے رہے۔

خدا خدا کر کے صبح ہوئی۔ جمعہ کا دن تھا۔ لوگ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میرا خیال ہے کہ ہم مدینہ میں ہی ٹھہریں اور دشمن سے کوئی چھیڑ چھاڑ نہ کریں۔ اب اگر وہ وہیں پڑے رہے، تو خود پچھتائیں گے۔ اور ہم پر چڑھائی کی، تو ہم شہر ہی میں رہ کر ان کا مقابلہ کریں گے اور گھیر گھیر کر انھیں ڈیر کر دیں گے، کیونکہ مدینہ کی گلیوں اور پگڈنڈیوں سے وہ ہماری طرح واقف نہیں۔ کہو، تم لوگوں کی کیا رائے ہے؟''

www.quranurdu.com

جتنے بڑے اور سمجھدار لوگ تھے، سب نے آپ کی رائے سے اتفاق کیا، اور خوش ہو کر اس کا خیر مقدم کیا۔ عبداللہ بن ابی اٹھا اور اس نے بھی پرزور تائید کی۔ اس نے کہا:

''اللہ کے رسول! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے بہت بہتر ہے۔ مدینہ ہی میں رہیے۔ باہر نہ نکلیے۔ بخدا ہمارا تو بار بار کا تجربہ ہے جب کبھی ہم نے شہر سے باہر نکل کر دشمن کا مقابلہ کیا، تو ذلت اُٹھائی، اور کسی دشمن نے شہر پر حملہ کیا تو اس کی بُری گت بنائی۔ اللہ کے رسول! انھیں وہیں پڑا رہنے دیجیے۔ اگر وہ وہیں پڑے رہے تو خود پچھتائیں گے، اور اگر شہر میں گھسے، تو ہم گلیوں میں گھیر گھیر کر انھیں خوب ماریں گے اور بچے اور عورتیں چھتوں پر سے پتھر برسائیں گی۔''

مگر کچھ مسلمان ایسے بھی تھے، جو بعد میں اسلام لائے تھے اور بدر میں شریک نہ ہو سکے تھے۔ ان لوگوں کو حسرت تھی۔ کہ کاش ہم بھی بدر میں شریک ہوئے ہوتے اور کچھ جوان ایسے بھی تھے جو بدر میں شریک ہوئے تھے اور انھوں نے اپنی آنکھوں سے حیرت ناک فتح کا منظر بھی دیکھا تھا۔ یہ دونوں ہی قسم کے لوگ جوش سے بے خود تھے اور شہر سے نکل کر حملہ کرنے پر زور دے رہے تھے۔ اسی گروہ کے ایک جوان نے کہا:

''اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! دشمن کے مقابلہ میں نکلیے۔ کہیں وہ یہ نہ سمجھ لیں کہ ہم ڈر گئے، اور اس طرح ان کے دِل اور بڑھ جائیں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! بدر میں تو ہم تین ہی سو تھے۔ پھر بھی اللہ نے کامیاب کیا، اور آج تو ہم کافی تعداد میں ہیں۔ اللہ کے رسول! ہم تو اسی دن کی آرزو میں تھے۔ اسی دن کا تو ہمیں انتظار تھا۔''

دوسرے نوجوان نے کہا:

''اللہ کے رسول! دشمن ہماری زد میں گھس آئے۔ ہماری کھیتیوں کو روند ڈالا۔ اب آخر جنگ کا کون سا وقت آئے گا؟''

خَیثَمہ نے کہا:

''بدر میں شریک ہونے سے میں محروم رہا۔ حالانکہ میری شدید تمنا تھی۔ میرا لڑکا شریک ہوا۔ اور اس کو شہادت نصیب ہو گئی۔ کل رات میں نے اسے خواب میں دیکھا کہ وہ کہہ رہا تھا، ابا! آپ بھی چلے آیے، جنت میں ہمارا ساتھ رہے گا۔ رب نے جو وعدہ کیا تھا، میں نے اسے بالکل سچا پایا۔''

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اس ذات کی قسم جس نے آپ پر قرآن اتارا، میں تو کھانا ہی نہ کھاؤں گا، جب تک باہر نکل کر دشمنوں سے مقابلہ نہ کر لوں گا۔''

غرض نئے مسلمان جوش سے بھرپور تھے، اور باہر نکل کر مقابلہ کے لیے بے تاب تھے۔ بدری جانباز بھی ان کی تائید میں تھے۔ تمنا ہر ایک کی یہی تھی کہ وہ اسلام کی راہ میں جان دے دے۔ مگر اسلام پر ذرا بھی آنچ نہ آنے دے۔ ہر ایک چاہتا تھا کہ اس کا رب اس سے خوش ہو جائے، اور اس کو اپنے قرب میں جگہ دے۔

اب کوئی چارہ نہ تھا، لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اکثریت کی بات مان لی۔ اور اعلان فرما دیا کہ باہر نکل کر دشمن کا مقابلہ کریں گے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کی نماز ادا فرمائی اور خطبہ میں لوگوں کو جہاد پر ابھارا۔ خطبہ بہت ہی جاندار اور زور و تاثیر سے لبریز تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لوگو، یاد رکھو! اگر تم نے صبر سے کام لیا، تو میدان تمہارے ہی ہاتھ ہے۔''

www.quranurdu.com

پھر عصر کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لے گئے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ بھی ساتھ تھے۔ ان دونوں نے آپ کو زرہ پہنائی، سر پر خَود رکھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گلے سے تلوار لٹکائی اور اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بالکل تیار تھے۔

اِدھر باہر کچھ لوگ تو بے حد خوش تھے، کہ اب شہر کے باہر مقابلہ ہو گا۔ لیکن کچھ لوگ اس بات سے خوش نہ تھے۔ اور باہر نکلنے میں خطرہ سمجھتے تھے۔ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف لے گئے، تو ان میں آپس میں باتیں ہونے لگیں۔ جنھوں نے باہر جانے پر زور دیا تھا، ان سے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اور حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے کہا:

''تم لوگوں نے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بات نہ مانی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو باہر نکلنے پر مجبور ہی کر دیا۔ حالانکہ تمھیں معلوم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی آتی ہے۔ دیکھو، اس معاملہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہی چھوڑ دو، اور جیسا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں ویسا ہی کرو۔''

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہتھیار زیب تن کیے ہوئے باہر تشریف لے آئے، جنھوں نے باہر نکلنے پر زور دیا تھا، اب وہ شرمندہ تھے۔ چنانچہ وہ آگے بڑھے اور عرض کیا:

''اللہ کے رسول! ہم نے بہت بُرا کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات نہ مانی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو بہتر سمجھیں وہی کریں۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میں نے پہلے ہی کہا تھا، لیکن تم نہ مانے۔ کسی پیغمبر کو زیبا نہیں، کہ ہتھیار پہن کر اتار دے۔ اس لیے اب تو چلنا ہی ہے۔ لیکن اب اس کا خیال رکھنا، جو میں کہوں وہی کرنا۔ اللہ کا نام لے کر نکل پڑو، اگر صبر سے کام لیا۔ تو جیت تمہاری ہے۔''

چنانچہ ساتھی جلدی جلدی تیار ہوئے اور دشمن سے مقابلہ کے لیے روانہ ہو گئے۔ کل ایک ہزار کی تعداد تھی اور ساتھ میں صرف دو گھوڑے تھے۔ جن میں سے ایک خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تھا۔

فوج میں کچھ کم عمر نوجوان بھی تھے، جو جنگ میں جانے اور اسلام کی کھیتی کو اپنے خون سے سینچنے کے لیے بے قرار تھے۔ آپ نے فوج کا جائزہ لیا۔ تو ان سب کو روک دیا اور صرف دو خوش قسمت اجازت پا سکے، جن میں سے ایک تو تیر اندازی میں ماہر تھے، اور دوسرے طاقت میں بڑھے ہوئے تھے۔ پہلے کا نام رافع تھا اور دوسرے کا سَمرہ۔ اس وقت دونوں کی عمر پندرہ سال تھی۔ فوج میں عبد اللہ بن اُبی بھی شامل تھا۔ جو منافقوں کا سردار تھا۔ ساتھ میں اس کے تین سو ساتھی بھی تھے۔ کچھ دور تک تو وہ ساتھ چلا۔ پھر اپنے ساتھیوں کو لے کر الگ ہو گیا۔ اور مدینہ کی طرف لوٹ پڑا۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن حرام نے اس کو لاکھ سمجھایا۔ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معاہدہ بھی یاد دلایا لیکن وہ نہ مانا۔ اُلٹا تن کر بولا:

''محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری بات نہ مانی اور ان لونڈوں کی بات مان لی۔''

اب حضرت عبد اللہ بن عمر نے اس کے ساتھیوں کو سمجھانا چاہا۔ چنانچہ بڑی دردمندی سے کہا:

''بھائیو! اللہ کا واسطہ دے کر تم سے کہتا ہوں، اس وقت جب کہ دشمن کا سامنا ہے۔ اپنی قوم اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہ چھوڑو۔''

www.quranurdu.com

لیکن وہ یہ کہتے ہوئے چل دیے کہ اگر ہمیں یقین ہوتا کہ دشمن سے مڈبھیڑ ہو کر رہے گی، تو ہم تمہارا ساتھ کبھی نہ چھوڑتے۔ لیکن ہمارے خیال میں اس کی نوبت نہ آئے گی۔

بالآخر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم بقیہ فوج لے کر آگے بڑھے۔ اب صرف سات سو مسلمان تھے۔ جن کا تین ہزار دشمنوں سے پالا تھا۔ دشمن بھی ایسے کہ اکثر دل جلے تھے، اور خون کا بدلہ لینے نکلے تھے۔

==========

اُحد[1] کے پاس دونوں فوجیں آمنے سامنے ہوئیں۔ ایک طرف خدا کے مخلص اور وفادار بندے تھے اور دوسری طرف خدا کے باغی اور نافرمان دشمن!

اب دونوں فوجیں مقابلہ کی تیاری کرنے لگیں۔ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُحد کو پشت پر رکھ کر صف بندی کی۔ عَلَم حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو عنایت فرمایا۔ پہاڑ میں ایک گھاٹی تھی۔ ڈر تھا کہ دشمن پیچھے سے آکر حملہ نہ کر دیں، اس لیے پچاس تیر اندازوں کو وہاں بھی متعین کر دیا، اور فرمایا:

''تم لوگ ہماری پشت کی حفاظت کرنا، ایسا نہ ہو کہ ہم پیچھے سے دھر لیے جائیں۔ دیکھو، اپنی جگہ پر جمے رہنا وہاں سے ہٹنا نہیں۔ اگر ہم جیت جائیں اور ان کی فوج میں گھس جائیں۔ تب بھی تم اپنی جگہ نہ چھوڑنا، اور ہم قتل ہونے لگیں تو مدد کے لیے بھی نہ آنا۔ البتہ اُن پر تیروں کی بوچھاڑ شروع کر دینا کیونکہ گھوڑے تیروں سے ڈرتے ہیں۔''

قریش نے بھی نہایت سلیقہ سے صف بندی کی۔ مَیمنہ پر خالد بن ولید کو مقرر کیا اور میسرہ پر امیر عکرمہ کو بنایا۔ عَلَم خاندان عبد الدار کے ہاتھ میں تھا، اور ابو سفیان کمانڈر تھا۔ ابو سفیان نے علمبرداروں کو جوش دلاتے ہوئے کہا:

''جھنڈے ہی پر ہار جیت کا فیصلہ ہوتا ہے۔ اس کا حق ادا کرو۔ ورنہ اسے چھوڑ کر کنارے ہو جاؤ۔''

یہ سننا تھا کہ عبد الدّار کے جوانوں کو جوش آگیا اور وہ غیرت سے بے تاب ہو گئے۔ چنانچہ سینہ تان کر بولے:

''مقابلہ تو ہونے دو! اس وقت تم ہمارے کرتب دیکھنا!''

عورتوں کے جوش کا بھی عجیب عالم تھا۔ ہند ان میں سب سے آگے تھی۔ یہ عورتیں صفوں کے درمیان گھومتیں، اور مردوں کو جوش دلاتیں، ان میں غیرت کی آگ بھڑکاتیں اور دف بجا بجا کر کہتیں:

''عبد الدار کے جوانو! آگے بڑھو! وطن کے پاسبانو! آگے بڑھو، اور بے تکان تلواریں چلاؤ۔''

پھر یہ اشعار پڑھتیں:

نَحْنُ بَنَاتُ طَارِق　　نَمْشِیْ عَلَی النَّمَارِق
اِنْ تُقْبِلُوْ نُعَانِقِ　　اَوْ تُدْبِرُوا نُفَارِق
فِرَاقَ غَیْرِ وَامِق

[1] اُحد ایک پہاڑ کا نام ہے۔ جو مدینہ منورہ سے ڈیڑھ دو میل کے فاصلہ پر شمال میں واقع ہے۔

www.urdu.com

ہم آسمان کے تاروں کی بیٹیاں ہیں۔ ہم قالینوں پر چلنے والیاں ہیں۔ اگر تم بڑھ کر لڑو گے تو ہم تم سے گلے ملیں گے۔ اور پیچھے قدم ہٹایا تو ہم تم سے الگ ہو جائیں گے۔ بالکل دشمن کی طرح تم سے کٹ جائیں گے۔"

ہند جب وحشی کے پاس پہنچتی، تو اس کو اپنا وعدہ یاد دلاتی۔ اور جوش دلاتے ہوئے کہتی:

"ابو دسمہ! میرا کلیجہ ٹھنڈا کرو۔ خود بھی راحت پاؤ۔"

پھر ابو عامر اَوسی صف سے نکل کر میدان میں آیا۔ ڈیڑھ سو ساتھی بھی ساتھ تھے۔ اس کا خیال تھا کہ انصار اسے دیکھیں گے، تو آپ کا ساتھ چھوڑ دیں گے۔ چنانچہ اس نے زور سے پکارا:

"اے لوگو! میں ابو عامر ہوں!"

مگر مسلمانوں نے نہایت سختی سے جواب دیا:

"او بدکار! خدا تیرا منہ کالا کرے۔"

یہ سن کر ابو عامر نے کہا:

"میرے بعد میری قوم بگڑ گئی۔"

پھر کچھ دیر تک دونوں طرف سے پتھر چلتے رہے۔ آخر ابو عامر اور اس کے ساتھیوں نے پیٹھ دکھا دی۔

پھر ابو سفیان پکارا:

"اَوس و خزرج کے لوگو! تم بیچ سے ہٹ جاؤ اور ہمیں اپنے بھائیوں سے مقابلہ کرنے دو۔ ہم تم سے کچھ نہیں بولیں گے۔"

اَوس و خزرج نے یہ سنا، تو ابو سفیان کو سخت برا بھلا کہا اور بُری طرح پھٹکار دیا۔

اب پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عام حملہ کی اجازت دے دی۔ کچھ ساتھیوں کو میمنہ کی طرف بھیج دیا اور کچھ کو میسرہ کی طرف اور لڑاکا دستہ کو دشمن فوج کے قلب میں گھسنے کا حکم دیا۔ شیرِ اِسلام حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور نہایت گرج دار آواز کے ساتھ ایک نعرہ لگایا جو حقیقت میں آج سارے مسلمانوں کا نعرہ تھا:

"مارو! خوب مارو!!"

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ دشمن کے قلب میں گھس گئے۔ فوج کا جھنڈا طلحہ کے ہاتھ میں تھا، اس لیے وہ مقابلہ کے لیے سامنے آیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ تلوار لے کر بجلی کی طرح جھپٹے، اور پوری طاقت سے اس پر وار کیا۔ چنانچہ اب وہ زمین پر پڑا تھا۔ اس کے گرتے ہی جھنڈا بڑھ کر اس کے بھائی عثمان نے تھام لیا۔ اب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے بڑھ کر اس پر حملہ کیا اور جس ہاتھ میں جھنڈا تھا۔ وہ ہاتھ کٹ کر نیچے گر گیا۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے فوراً جھنڈا دوسرے ہاتھ میں لے لیا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے دوسرے ہاتھ پر بھی وار کیا۔ وہ ہاتھ بھی کٹ کر الگ ہو گیا۔ اب جھنڈا ابو سعید نے لے لیا۔ یہ ان دونوں کا بھائی تھا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اس پر تیر کا نشانہ لگایا۔ تیر اس کے حلق میں لگا۔ اور وہیں پر ڈھیر ہو گیا۔ اس طرح جھنڈا طلحہ اور اس کے بھائیوں کے ہاتھوں میں گھومتا رہا۔ پھر اس کے دونوں بیٹوں مسافع اور طلحہ کے ہاتھوں میں آ گیا۔ حضرت عاصم بن افلح نے تاک کر ان دونوں پر نشانہ لگایا، اور وہ دونوں وہیں تڑپنے لگے۔ قریشی عورتوں میں ان دونوں کی ماں سلافہ بھی موجود تھی۔ وہ فوراً جھپٹ

www.quranurdu.com

کر وہاں پہنچی۔ ایک ایک کر کے ان دونوں کو اُٹھایا، اور اپنی گود میں لٹا لیا۔ اس وقت دونوں آخری سانس لے رہے تھے۔ سلافہ نے بڑی بے تابی سے پوچھا:

''میرے جگر کے ٹکڑو! تمھیں کس نے مارا؟ دم توڑتے ہوئے بیٹوں نے جواب دیا۔ جس وقت ہم کو تیر لگا ہمارے کانوں میں یہ آواز آئی، یہ لو، اور میں ابوالافلح کا بیٹا ہوں۔''

سَلافہ نے یہ سنا تو اسی وقت اس نے نذر مانی کہ اگر ابوالافلح کا سر مل گیا، تو اسی میں شراب پیوں گی اور جو سر کاٹ کر لائے گا، اسے سو اونٹ انعام دوں گی۔

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ تلوار لے کر فرمایا:

''اس کا حق کون ادا کرے گا؟''

بھلا یہ چوکنے کا موقع کب تھا، چنانچہ اس شرف کے لیے بہت سے ہاتھ بڑھے۔ حضرت ابو دجانہ انصاری بھی اُٹھے۔ یہ عرب کے بہت نامی پہلوان تھے۔ عرض کیا:

''اللہ کے رسول! اس کا کیا حق ہے؟''

آپ نے فرمایا:

''جب تک دھار نہ مڑ جائے، اسے دشمن پر چلاتے رہو۔''

حضرت ابو دجانہ نے وہ تلوار ہاتھ میں لے لیے۔ تھے بہت ہی بہادر اور باہمت آدمی۔ ان کا ایک لال رومال تھا۔ جنگ کرنا چاہتے تو اسے سر پر باندھ لیتے۔ اس طرح لوگ دیکھتے ہی سمجھ جاتے، کہ ابو دجانہ اب جنگ کریں گے۔ چنانچہ انھوں نے وہ موت کا رومال نکالا اسے سر پر باندھا، اور شان سے اکڑتے تنتے ہوئے فوج سے باہر آئے۔ یہ آج کی کوئی نئی بات نہ تھی۔ جنگ کے وقت ابو دجانہ ہمیشہ اسی طرح چلتے۔ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا:

''یہ چال خدا کو سخت ناپسند ہے، لیکن اس وقت پسند ہے۔''

حضرت ابو دجانہ تلوار لے کر فوجوں کے دل میں گھس گئے۔ سر پر موت کا علم تھا۔ جس مشرک کے پاس سے گزرتے، اس کا سر قلم کر دیتے۔ جو بھی دشمن سامنے آتا، اس کو وہیں ڈھیر کر دیتے اور جس طرف رُخ کرتے صفیں کی صفیں صاف کر دیتے۔ اسی طرح وہ تیزی سے بڑھ رہے تھے کہ دیکھا، کوئی لوگوں کو جوش دلا رہا ہے۔ ان کے جذبات کو بھڑکا رہا ہے فوراً تلوار اٹھائی کہ اس کا کام تمام کر دیں۔ مگر اسی وقت وہ زور سے چیخا۔ دیکھا تو وہ عتبہ کی بیٹی ہند تھی۔ حضرت ابو دجانہ نے فوراً تلوار روک لی کہ ایک عورت کو مارنا اس تلوار کی توہین تھی۔

جنگ پورے زور پر تھی۔ مسلمان بہادر جوش سے بے خود تھے، اور ہر طرف سے وہ دشمن کو دبا رہے تھے۔ فوجیں چیرتے ہوئے بڑھ رہے تھے اور لاشوں پر لاشیں گرا رہے تھے۔ تیر انداز تیروں کی بوچھاڑ کر رہے تھے اور دشمن کے سینے چھلنی ہو رہے تھے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بہادری کا بھی عجیب منظر تھا۔ دونوں ہاتھوں میں تلوار تھی اور وہ صفیں کی صفیں الٹتے چلے جا رہے تھے۔ لیکن وحشی کی آنکھیں گھات میں تھیں اور وہ حملہ کے لیے موقع کی تلاش میں تھا۔ تاکہ یہ اُس کی آزادی کی قیمت بن جائے۔!!

www.quranurdu.com

چنانچہ وہ وقت بھی آگیا، جس کے لیے وحشی نکلا تھا اور وہ گھڑی آن پہنچی۔ جس کے لیے وہ شروع سے تاک میں تھا۔
حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ایک دشمن پر حملہ کر رہے تھے۔ پاس ہی ایک چٹان تھی۔ اسی چٹان کے پیچھے وحشی تاک میں بیٹھا تھا، اور مارنے کے لیے نیزہ ٹھیک کر رہا تھا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بے خبر تو تھے ہی، موقع پاتے ہی اس نے نیزہ پھینک کر مارا۔ نیزہ ناف میں لگا، اور پار ہو گیا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے نگاہ دوڑائی، کہ یہ نیزہ کدھر سے آیا۔ دیکھا تو پاس ہی وحشی کھڑا مسکرا رہا تھا۔ کامیابی کی خوشی میں اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ تیزی سے بڑھے کہ اس پر حملہ کریں، لیکن شیر خدا اور ضیغم اسلام کے قویٰ جواب دے گئے اور وہ لڑکھڑا کر زمین پر گر پڑے اور اب وہ زندگی کے آخری سانس لے رہے تھے۔ اللہ کا دشمن اللہ کے پیارے کو کھڑا دیکھتا رہا۔ پھر جب روح پرواز کر گئی اور جسم کی حرکت رک گئی۔ تو وہ آگے بڑھا اور جسم سے نیزہ کو الگ کیا۔ پھر ایک طرف جا کر وہ اطمینان سے بیٹھ گیا کہ اب اسے لڑنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔
اگرچہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہو چکے تھے۔ لیکن دشمن بری طرح ہار رہے تھے۔ اور مسلمان میدان پر چھائے ہوئے تھے۔ قریش کا جھنڈا خاندانِ عبد الدار کے ہاتھ میں تھا۔ وہ باری باری آگے بڑھتے رہے جھنڈے کو ہاتھ میں لیتے رہے اور جان دیتے رہے۔ آخر کار سب مارے گئے اور اب جھنڈا زمین پر تھا۔ پیروں سے روندا جا رہا تھا۔ دشمن بدحواس تھے۔ اور ان کی صفوں میں کھلبلی مچی ہوئی تھی۔ وہ اب بھاگ رہے تھے اور مسلمان دوڑا دوڑا کر انھیں مار رہے تھے۔ بے تحاشا سر زمین پر ڈھلک رہے تھے۔ اور جانیں تن سے جدا ہو رہی تھیں۔ جو عورتیں ابھی مردوں کو ہمت دلا رہی تھیں۔ اب وہ چیخ چیخ کر بھاگ رہی تھیں۔ اور درّوں میں پناہ لے رہی تھیں۔

www.quranurdu.com

مسلمان سمجھے کہ اب فتح یقینی ہے۔ چنانچہ دشمنوں کی طرف سے ان کی توجہ ہٹ گئی۔ اور اب انھوں نے مال و سامان کی لوٹ شروع کر دی۔

تیر اندازوں نے۔۔۔ جو درّہ کے پہرہ پر تھے۔۔۔۔ دیکھا کہ دشمنوں کے پیر اُکھڑ گئے اور مسلمان پوری طرح جیت گئے۔ انھوں نے یہ بھی دیکھا کہ مسلمان دشمن کی صفوں میں گھس رہے ہیں۔ اور ان کے مال و اسباب لوٹ رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر کچھ لوگوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا:
"بلاوجہ یہاں کس لیے پڑے ہو؟ دشمن تو اب ہار بھی گئے۔ وہ دیکھو اپنے ساتھیوں کو وہ سامان بھی لوٹ رہے ہیں۔ چلو، اب ہم بھی وہیں چلیں۔"
دوسروں نے کہا: "کیا پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تمھیں یاد نہیں؟"
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "پیچھے سے ہماری حفاظت کرتے رہنا۔ اپنی جگہ سے ہٹنا نہیں!"
ان لوگوں نے کہا: "آپ کا یہ مطلب تھوڑی تھا کہ دشمن ہار جائیں۔ تب بھی تم پڑے رہنا۔"
ان کے سردار عبد اللہ بن جُبیر نے انھیں کتنا ہی روکا۔ لیکن انھوں نے اپنی جگہیں چھوڑ دیں۔ اور مسلمانوں کے ساتھ لوٹ مار میں لگ گئے۔ صرف چند مسلمان تھے، جنھوں نے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بات یاد رکھی۔ اپنے سردار کا کہا مانا۔ اور اپنی جگہوں پر صبر کے ساتھ جمے رہے۔

اتفاق سے خالد بن ولید کی نظر ادھر پڑ گئی۔ دیکھا تو درّہ بالکل کالی تھا۔ صرف چند تیر انداز وہاں موجود تھے۔ اب کیا تھا، اس نے فوراً سواروں کا دستہ ساتھ لیا۔ اور نہایت بے دردی سے حملہ کر دیا۔ اتنے میں مَیسرہ کا سردار عکرمہ بھی آ پہنچا۔ حضرت عبد اللہ بن جُبیر رضی اللہ عنہ اور اُن کے ساتھیوں نے جم کر مقابلہ کیا۔ لیکن شہید کر دیے گئے۔

اب راستہ صاف تھا۔ چنانچہ سواروں کا دستہ آگے بڑھا اور جہاں مسلمان لوٹ مار میں مصروف تھے۔ اور مشرک سب کچھ چھوڑ چھوڑ کر بھاگ رہے تھے۔ وہاں پہنچتے ہی انھوں نے زور سے نعرہ لگایا:

''عزّٰی کی جے۔ ہبل کی جے۔''

اور اب مسلمانوں کے سروں پر تلواریں برسنے لگیں۔ مسلمان تو اطمینان سے لوٹنے میں مصروف تھے۔ اچانک یہ آفت دیکھی تو وہ بوکھلا گئے اور ان کے ہوش و حواس اُڑ گئے۔ چنانچہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر انھوں نے تلواریں سنبھالیں۔ اور پھر لڑنے لگے۔ لیکن اب بات بگڑ چکی تھی! ہارا ہوا دشمن پھر تازہ دم ہو چکا تھا۔ اور ان پر بے تحاشا حملے کر رہا تھا۔ مسلمان بد حواسی کے عالم میں تھے۔ یہاں تک کہ دوست دشمن کی بھی تمیز اُٹھ چکی تھی۔ اور مسلمان، مسلمان کو مار رہے تھے۔ خوف کا یہ حال تھا کہ انھیں اپنا خاص نشان بھی نہ یاد رہا، جس سے وہ اپنے بھائیوں کو پہچان لیتے۔ جنگ اب پھر زوروں میں ہو رہی تھی۔ لیکن اس بار مسلمانوں کی طرف دباؤ زیادہ تھا، اور لڑائی کا پلہ دشمن کی طرف بھاری تھا کہ یکایک ایک کافر نے چیخ کر پکارا:

''محمد صلی اللہ علیہ وسلم مارے گئے!''

یہ بات بجلی کی طرح ہر طرف پھیل گئی اور اس نے سب پر جادو کا اثر کیا۔ مسلمانوں نے سنا تو اُن پر عام بد حواسی چھا گئی۔ بہتوں کے دل اکھڑ گئے۔ اور اکثروں کے حوصلے پست ہو گئے۔ مگر دشمنوں نے سنا، تو ان میں اور جان آ گئی۔

اگرچہ مسلمانوں میں عام مایوسی اور بد دلی پھیل چکی تھی اور بڑے بڑے دلیروں کے ہاتھ پاؤں پھول چکے تھے۔ حتیٰ کہ کچھ تو خود ہتھیار پھینک کر کنارے ہو گئے۔ اور کچھ لوگوں نے دوسروں کو بھی یہی مشورہ دیا۔ لیکن کچھ جوان ایسے بھی تھے، جن کے حوصلے ابھی بلند تھے۔ اور جو ایمانی جوش میں ڈوبے ہوئے تھے۔ چنانچہ وہ پوری جانبازی سے لڑتے رہے اور جو ہمت ہار چکے تھے، انھیں اُبھارتے بھی رہے۔ کچھ لوگ تو کہتے:

''اگر پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے، تو اب زندہ رہ کے کیا کرو گے؟ لڑو اور جس کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جان دے دی، اسی کے لیے تم بھی مر مٹو۔''

اور کچھ لوگ کہتے:

''رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اپنی ذمہ داری پوری کر دی اور رب کا جو پیغام تھا، اسے آپ نے پہنچا دیا۔ اب تم اس دین کی حفاظت کرو۔ اور اس کے لیے جنگ کرو۔ اللہ تو زندہ ہے۔ اس کے لیے تو کبھی موت نہیں۔''

مسلمانوں کی صفوں میں بے ترتیبی ہو چکی تھی اور جو جہاں تھا، وہیں گھر کر رَہ گیا تھا۔ ادھر دشمنوں کا سارا زور حضور کی طرف تھا۔ راستہ چونکہ بالکل صاف تھا۔ اس لیے دشمنوں کے ایک جُھنڈ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھیر بھی لیا اور آپ کی جان لے لینے کا فیصلہ کر لیا۔ چنانچہ بے دردی سے وہ آپ پر پتھر برسانے لگے اور بے تحاشا تیروں کی بوچھاڑ کرنے لگے۔ پیارے نبی صلی اللہ علیہ

www.quranurdu.com

وسلم بھی مقابلہ میں تیر چلا رہے تھے۔ اِرد گرد چند جانثار بھی تھے۔ جو آپ کو اپنی اُوٹ میں لیے ہوئے تھے اور اپنے ہاتھوں اور پیٹھوں پر تیر تلوار روک رہے تھے۔ کچھ جانثار مقابلہ میں مصروف تھے۔ اور بے تکان تیر برسا رہے تھے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ماہر تیر انداز تھے اس وقت وہ بھی موجود تھے۔ وہ لگاتار تیر برسا رہے تھے۔ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم انھیں خود تیر اُٹھا اُٹھا کر دیتے۔ اور فرماتے:

"تم پر میرے ماں باپ قربان، تیرے مارتے جاؤ۔"

حضرت ابو طلحہ بھی مشہور تیر انداز تھے۔ وہ بھی وہاں حاضر تھے۔ انھوں نے اس قدر تیر برسائے کہ دو تین کمانیں ہاتھ میں ٹوٹ ٹوٹ کر رہ گئیں۔ حضرت ابو دجانہ جھک کر ڈھال بن گئے تھے اور اب جو تیر آتے، ان کی پیٹھ پر آتے۔ حضرت طلحہ بھی ہاتھ پر تلواریں روک رہے تھے۔ چنانچہ ان کا ایک ہاتھ کٹ کر الگ بھی ہو گیا تھا۔ اسی حال میں ایک بدبخت دائرہ کو توڑ کر آگے بڑھا۔ اور چہرہ مبارک پر تلوار کا وار کیا۔ وار اتنا سخت تھا کہ خود کی دو کڑیاں چہرۂ مبارک میں چبھ کر رہ گئیں۔ ایک اور دشمن نے دُور سے پتھر پھینکا۔ وہ پتھر آکر چہرۂ مبارک پر لگا۔ چنانچہ آگے کے دو دانت شہید ہو گئے اور مبارک ہونٹ لہولہان ہو گئے۔ ایک طرف ظالموں کا یہ سلوک تھا اور دوسری طرف رحمتِ عالم کی زبان پر یہ الفاظ تھے:

رَبِّ اغْفِرْ لِقَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْن

"خدایا میری قوم کو معاف کر، وہ جانتے نہیں!"

ادھر تو پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال تھا۔ اِدھر مسلمان مایوس تھے، کہ آپ شہید ہو گئے۔ اور دشمن خوشیاں منا رہے تھے، کہ ان کا برسوں کا اَرمان پورا ہوا۔ بات اصل میں یہ ہوئی کہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے اور جس دشمن نے انھیں شہید کیا تھا، اس کا نام ابن قمیہ تھا۔ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ شکل و صورت میں چونکہ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے۔ اس ابن قمیہ نے سمجھا کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ اب کیا تھا ہر طرف غل مچ گیا۔

جو جاں نثار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھے، انھوں نے چاہا کہ اس کی تردید کر دیں۔ مگر پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرما دیا۔ اور وہ لوگ خاموش رہے۔ دشمنوں کو پورا یقین تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچ مچ مارے گئے۔ چنانچہ قریش کے آدمی ہر طرف پھیل گئے اور لاشوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈھونڈنے لگے۔ ہر ایک کی تمنا تھی کہ وہ پہلے پا جائے اور آپ کی تکہ بوٹی کر کے اپنا کلیجہ ٹھنڈا کرے۔ ڈھونڈنے والوں میں ابو سفیان بھی تھا۔ وہ بے تابی کے ساتھ دوڑ دوڑ کر لاشوں کو دیکھتا اور حیرت سے کہتا:

"محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی لاش تو دکھائی نہیں دے رہی ہے۔"

ابو سفیان لاشوں میں آپ کو ڈھونڈ ہی رہا تھا کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش پر نظر پڑ گئی۔ دیکھتے ہی وہ غصہ سے کھول اُٹھا۔ چنانچہ اب اس بے رحم کا خونیں نیزہ تھا اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا پاک جسم۔ وہ بے تحاشا ان کے جسم پر کچوکے لگاتا اور ہونٹ چبا چبا کر کہتا:

"او غدار! بدر میں تو نے جو کچھ کیا تھا، لے، اس کا مزہ چکھ!"

ایک کافر تھا، حُلَیس بن زَیان۔ وہ بھی پاس ہی کھڑا تھا۔ اس سے یہ بے رحمی دیکھی نہ گئی۔ ابو سفیان کو پکڑ کر اس نے کھینچ لیا اور چیکا:

"لوگو! دیکھتے ہو؟ یہ قریش کا سردار ہے۔ اپنے بھائی کے ساتھ یہ سلوک کر رہا ہے!"

www.quranurdu.com

ابوسفیان فوراً چونک پڑا: ''اوہ مجھ سے بڑی چوک ہوئی، اچھا، دیکھو اس کا شور نہ کرو۔''

پھر ابوسفیان کی خالد سے ملاقات ہوئی۔ ابوسفیان نے پوچھا:

''محمد صلی اللہ علیہ وسلم قتل ہوئے؟ کچھ پتہ چلا؟''

خالد نے کہا: ''میں نے تو ابھی دیکھا، وہ کچھ ساتھیوں کے ساتھ پہاڑ پر چڑھ رہے تھے۔''

عام مسلمانوں کو اگرچہ یقین ہو چکا تھا کہ رسولِ خدا واقعی شہید ہو گئے۔ لیکن بدحواسی میں نگاہیں آپ کو ڈھونڈتی تھیں۔ اچانک حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی نظر آپ پر پڑ گئی۔ چہرۂ مبارک پر خَود تھا۔ لیکن آنکھیں چمک رہی تھیں۔ اب کیا تھا، بے اختیار وہ چیخ پڑے۔ ''مسلمانو! اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہیں۔''

کون جانے یہ آواز کیا تھی؟ مسلمانوں میں یکایک زندگی کی لہر دوڑ گئی۔ بجھے ہوئے حوصلے جاگ اُٹھے اور تھکے ہوئے جسم تازہ دم ہو گئے۔ ہر طرف سے جاں نثار ٹوٹ پڑے اور پروانوں کی طرح آپ کے گرد جمع ہو گئے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ سب سے آگے آگے تھے۔ صورت حال زیادہ نازک ہو چکی تھی۔ خطرات بڑھتے ہی جا رہے تھے۔ جاں نثاروں نے آپ کو دائرہ میں لے لیا اور پہاڑ پر چڑھنے لگے کہ وہاں دشمنوں کا پہنچنا آسان نہ تھا۔

ابو عامر اَوسی نے پہاڑ کے دامن میں کچھ گڑھے کھود رکھے تھے کہ مسلمان پھسل پھسل کر اس میں جا پڑیں۔ اتفاق سے ایک گڑھے کے پاس سے گزرے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیر پھسل گیا۔ علی رضی اللہ عنہ اور طلحہ رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر دستِ مبارک تھام لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اوپر چڑھا لیا اور پھر پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گئے۔ ابوسفیان نے آپ کو پہاڑ پر چڑھتے ہوئے دیکھ لیا۔ فوج لے کر وہ بھی اوپر چڑھنے لگا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دوسرے چند صحابہ کی نظر پڑ گئی۔ اوپر سے بے تحاشا پتھر برسائے اور وہ آگے نہ بڑھ سکا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی غلط خبر مدینے بھی پہنچ گئی۔ کون جانے وہاں کے مسلمانوں پر کیا گزری۔ گھبراہٹ میں وہ سب لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دوڑ پڑے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سنا تو بے قرار ہو اٹھیں۔ بدحواسی کے عالم میں وہ بھی دوڑ پڑیں۔ نہ جانے کس کس طرح وہ پیارے باپ کے قدموں میں پہنچ گئیں۔ دیکھا تو ابھی تک چہرۂ مبارک سے خون جاری تھا۔ بے اختیار دل بھر آیا۔ آنکھوں سے آنسو ابل پڑے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سپر میں پانی بھر لائے۔ پیاری بیٹی باپ کے زخم دھونے لگی۔ بہت دھویا، لیکن خون نہ تھما۔ آخر چٹائی کا ایک ٹکڑا جلایا اور زخم پر رکھ دیا۔ خون فوراً تھم گیا۔

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک کٹر دشمن تھا اُبَیّ بن خلف، اس کو معلوم ہوا محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو ابھی زندہ ہیں۔ غصے سے بے تاب ہو گیا۔ ننگی تلوار ہاتھ میں لی۔ کچھ ساتھیوں کو ساتھ لیا اور آپ کی طرف دوڑا۔ وہ غصے سے چیخ رہا تھا: ''محمد کہاں ہے؟! اگر وہ بچ گیا تو مجھ پہ جینا حرام!!''

قریب ہوا تو آپ نے ایک ساتھی سے نیزہ لیا اور اس کے حلق میں ذرا سا کونچ دیا۔ آپ کا کونچنا تھا کہ اس کے پورے بدن میں آگ لگ گئی۔ اس وقت وہ چیختا چلاتا واپس آیا اور تڑپ تڑپ کر مر گیا۔

www.quranurdu.com

اس لڑائی میں ستر مسلمان شہید ہوئے۔ شہید ہونے والوں میں کئی ایسے جاں نثار تھے، جو اپنی مثال آپ تھے۔ انہی لوگوں میں شیر خدا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ وحشی خوشی سے پھولا نہ سماتا تھا کہ وہی آپ کا قاتل تھا۔ وہ ہند کے پاس پہنچا۔ اس سے اپنا کارنامہ بیان کیا اور انعام طلب کیا۔ اس نے کہا: ''میں نے حمزہ کو مار دیا۔ اب آپ مجھے کیا انعام دیں گے؟''

ہند: ''تجھے میں اپنا یہ قیمتی ہار دوں گی۔ ذرا یہ تو بتا وہ ہے کہا؟''

وحشی ہند کو اپنے ساتھ لے گیا۔ اسے حضرت حمزہ کی لاش دکھائی۔

ہند کا کلیجہ تو کھول ہی رہا تھا۔ دیکھتے ہی غصے سے بے قابو ہو گئی۔ جھک کر حضرت حمزہ کا پیٹ چاک کیا اس میں سے ان کا جگر نکالا اور بے دردی سے لگی چبانے کہ کلیجے کی آگ ٹھنڈی ہو۔ مگر اسے وہ نگل نہ سکی۔ مجبوراً اُگل دینا پڑا۔

اب اس نے گلے سے ہار اتار کر وحشی کو دے دیا۔ پھر اس نے قریش کی دوسری عورتوں کو ساتھ لیا۔ جا کر مسلمانوں کی لاشوں کے ناک کان کاٹے اور ان ''پھولوں'' کا ہار بنا کر اپنے گلے میں ڈال لیا۔

دشمن اپنی لاشوں کو دفن کر چکے تھے۔ اب انھوں نے مکے لوٹنے کا ارادہ کیا۔ ابوسفیان دوڑا ہوا پہاڑ کے دامن میں آیا۔ زور سے پکار کر کہا: ''مسلمانو! آج کا دن بدر کے دن کا جواب ہے۔ آئندہ سال پھر بدر میں ہمارا مقابلہ ہو گا۔''

پھر یہ کہتا ہوا لوٹ پڑا: ''ہماری فوج کے لوگوں نے تمہارے مقتولین کے ناک، کان کاٹ لیے ہیں۔ میں نے نہ اس کا حکم دیا تھا نہ اس سے روکا۔ مجھے اس سے خوشی نہیں لیکن کوئی رنج بھی نہیں۔''

مسلمان پہاڑ سے اترے کہ لاشوں کو دفن کریں۔ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر پڑی۔ جسم کے ٹکڑے بکھرے پڑے تھے۔ بے اختیار آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اس قدر آنسو بہے کہ ریش مبارک تر ہو گئی۔ اس وقت آپ کی زبان سے یہ درد بھرے الفاظ سنے گئے: ''اُف! میری انکھوں نے ایسا دردناک منظر کبھی نہ دیکھا!!''

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اگر صفیہ رضی اللہ عنہا (حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بہن) کو اس بات سے تکلیف نہ ہوتی، اور یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ یہ چیز میرے بعد ایک مستقل رسم بن جائے گی تو میں ان (حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ) کو یوں ہی چھوڑ دیتا کہ انھیں چیل کوّے اور درندے کھالیں۔ بخدا اگر ان پر کبھی بس چلا تو ان کے تیس آدمیوں کی یہی گت بناؤں گا۔''

لیکن اس کے بعد ہی ذہن مبارک میں یہ آیت گونج رہی تھی:

وَ اِنۡ عَاقَبۡتُمۡ فَعَاقِبُوۡا بِمِثۡلِ مَا عُوۡقِبۡتُمۡ بِهٖ ؕ وَ لَئِنۡ صَبَرۡتُمۡ لَهُوَ خَيۡرٌ لِّلصّٰبِرِيۡنَ وَاصۡبِرۡ وَ مَا صَبۡرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحۡزَنۡ عَلَيۡهِمۡ وَلَا تَكُ فِىۡ ضَيۡقٍ مِّمَّا يَمۡكُرُوۡنَ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيۡنَ اتَّقَوۡا وَّالَّذِيۡنَ هُمۡ مُّحۡسِنُوۡنَ (النحل: 128-126)

''اور اگر تم لوگ بدلہ لو تو بس اسی قدر لو جس قدر تم پر زیادتی کی گئی ہو لیکن اگر صبر کرو تو یہ صبر کرنے والوں کے ہی حق میں بہتر ہے اور صبر کرو اور تمہارا یہ صبر اللہ کے ہی سہارے ہو گا اور ان لوگوں کی حرکتوں پر رنج نہ کرو نہ ان کی چالبازیوں پر دل تنگ ہو۔ بے شک اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے، جو اللہ کی نافرمانی سے بچتے، اس کی ناخوشی سے ڈرتے اور جو نیک کردار ہوتے ہیں۔''

www.quranurdu.com

محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم

مشعلِ توحید پر آندھیوں کی یلغار

- بنی نضیر کی جلاوطنی
- قریش راستے سے ہی لوٹ گئے
- بنی نضیر کی ریشہ دوانیاں
- دین حق کے خلاف سارے عرب کا اتحاد
- جاں نثاروں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مشورہ
- خندق کی کھدائی
- دشمن فوجیں مدینے کی سرحد پر
- اسلامی فوج اپنی چوکیوں پر
- خندق پار کرنے کی ناکام کوششیں
- دشمن فوج میں بے دلی
- بنی قریظہ کی غداری
- حضرت صفیہ کی حیرت ناک شجاعت
- حضرت علی کی مثالی بہادری
- طوفانی حملے
- حضرت سعد کی شہادت
- دشمنوں میں پھوٹ
- بارش اور آندھی کا عذاب
- دشمن فوج میں بھگدڑ
- بنی قریظہ کا عبرت ناک انجام

www.quranurdu.com

وَ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا يَحْزَنُوْنَ

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے انھیں مردہ نہ سمجھو۔ وہ تو زندہ ہیں اپنے رب کے پاس سے روزی پا رہے ہیں۔ جو کچھ اللہ نے اپنے فضل سے انھیں دیا ہے، اس پر خوش و خرم ہیں اور مگن ہیں کہ جو اہل ایمان اُن کے پیچھے دنیا میں رہ گئے ہیں اور ابھی وہاں نہیں پہنچے ہیں، ان کے لیے بھی کسی خوف اور رنج کا موقع نہیں۔'' (سورہ آل عمران: ۱۶۹۔۱۷۰)

==========

اُحد کا دن مسلمانوں کے لیے بڑا ہی کٹھن دن تھا۔ لڑائی رکی تو ان کے جسم زخموں سے چور تھے۔ زخموں سے زیادہ انھیں اس کا ملال تھا کہ وہ دشمنوں کی کمر نہیں توڑ سکے۔ اللہ کے دشمنوں کا صفایا کر دینے کا جو عزم لے کر وہ نکلے تھے، اس میں پوری طرح کامیاب نہ ہوئے۔

انھیں اس کا بھی ملال تھا کہ ان کے ستر قیمتی افراد شہید ہو گئے، اگرچہ وہ سینکڑوں مشرکین کو مار کے شہید ہوئے۔

اس جنگ میں خود پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ جانے کتنے تیر چلائے۔ حد یہ ہے کہ ایک کمان آپ کے ہاتھ میں ٹوٹ کر رہ گئی۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے تو لگ بھگ ایک ہزار تیر چلائے۔ وہ تیر انھیں پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود اٹھا اٹھا کر دے رہے تھے۔ ساتھ ہی ان کی تیر اندازی کی داد اس طرح دے رہے تھے، کہ ہر تیر ان کی طرف بڑھاتے ہوئے فرماتے:

''مارے جاؤ، مارے جاؤ، میرے ماں باپ تم پر قربان!''

حضرت طلحہ نے بھی اس روز بے حساب تیر چلائے تھے۔ حد یہ ہے کہ کئی کمانیں ان کے ہاتھ میں ٹوٹ ٹوٹ کر رہ گئی تھیں۔

اس کے علاوہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن الربیع رضی اللہ عنہ، حضرت انس بن النضر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ، حضرت حنظلہ بن عامر رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسفیان بن حارث رضی اللہ عنہ اور نہ جانے کتنے جاں نثاروں نے اس روز اپنی بہادری و سرفروشی کے کیسے کیسے جوہر دکھائے تھے۔

اس طرح یہ بات تو طے ہے کہ اس جنگ میں اگر مسلمانوں کے ستر آدمی شہید ہوئے تو مشرکین کے سیکڑوں آدمی مارے گئے۔

یہ سب کچھ ہوا، لیکن اس کے باوجود آخر میں مشرکین نے ایک ایسی چال چلی، جس نے کچھ دیر کے لیے مسلمانوں کے حوصلے پست کر دیے۔ وہ اس چال سے ان کی بے امان تلواروں کی زد سے نکل بھاگنے میں کامیاب ہو گئے۔

انھوں نے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شہید ہو جانے کی افواہ پھیلا دی۔ جس نے جاں نثاروں کے ہاتھ پاؤں شل کر دیے۔ مسلمانوں پر بے دلی چھا گئی۔ اور دشمن پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچنے، اور آپ کو زخمی کر دینے میں کامیاب ہو گئے۔

www.quranurdu.com

ان جاں نثاروں کے لیے یہ بات کتنی جاں گسل اور کتنی روح فرسا تھی کہ ان کے ہوتے ہوئے ان کے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دندانِ مبارک شہید ہوگئے۔آپ کے لب زخمی ہوگئے۔اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک میں خَود کی کئی کڑیاں گھس گئیں۔

اللہ، اللہ، غموں کی کیسی یلغار تھی ان بے چارے مسلمانوں پر! پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زخمی ہونے کا غم، ستر چنے ہوئے قیمتی ساتھیوں سے محروم ہو جانے کا غم، اپنے جسموں کے بے حساب زخموں کا غم، اور پھر کفر کے علمبرداروں کا صفایا نہ کر سکنے کا غم۔

ان گوناگوں غموں نے مسلمانوں کو توڑ کر رکھ دیا۔ان کے چہرے اداس اور افسردہ سے نظر آنے لگے۔

اس حکیم امت اور معلّم انسانیت نے صورت حال کی نزاکت کو فوراً محسوس کیا۔ان ٹوٹے ہوئے دلوں کی چارہ سازی کرنا ضروری سمجھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ضروری سمجھا کہ ان کے ذہنوں سے ناکامی کا احساس دور کر کے انھیں فتح عظیم اور فتح مبین کے احساس سے سرشار کر دیا جائے۔

اس کا علاج آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سوچا کہ مشرکین کے لشکر کا تعاقب کیا جائے۔اگر وہ ہاتھ آجاتے ہیں، تو رہی سہی کسر پوری ہو جائے گی۔اور اگر بھاگ جاتے ہیں، تو یہ چیز خود ثابت کر دے گی، کہ ہارا ہوا کون ہے، جیتا ہوا کون؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غمزدہ ساتھیوں کو للکارا!

''بھاگے ہوئے دشمن کا پیچھا کرنا ہے۔اور بس انہی کو کرنا ہے، جو احد کی جنگ میں شریک رہے۔''

ادھر ابوسفیان کا حال یہ تھا کہ وہ مسلمانوں سے پہلے ہی میدانِ جنگ سے بھاگ کھڑا ہوا۔وہ بہت ہی گھبراہٹ اور بدحواسی کے عالم میں وہاں سے چل دیا۔

جب وہ مدینے سے اتنی دور نکل آیا، کہ اس کے خیال میں اب مسلمانوں سے کوئی خطرہ نہیں رہا، تب اس نے اطمینان کا سانس لیا۔اور یہ ارادہ کیا کہ یہاں ٹھہر کر کچھ دم لے لیں۔اپنے زخموں کی مرہم پٹی کر لیں۔پھر اطمینان سے مکے کا سفر کریں۔

ابھی وہ اپنے خیمے بھی نہیں لگوا سکا تھا، کہ اسے اطلاع ملی، مسلم فوج اس کے تعاقب میں ہے۔وہ ایک بپھرے ہوئے طوفان کی طرح اس کا پیچھا کر رہی ہے۔وہ آرہی ہے تاکہ اس کا نشہ اتار دے۔اس کی اور اس کی فوج کی جو رہی سہی عزت ہے، اسے خاک میں ملا دے۔

یہ خبر ملنی تھی کہ ابوسفیان نے اپنی فوج کو فوراً وہاں سے کوچ کرنے کا حکم دیا۔اور بہت تیزی میں وہاں سے بھاگ چلا، کہ اگر دوبارہ مقابلہ ہو گیا، تو شاید ان میں سے کوئی بچ کر واپس نہ جا سکے گا۔

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حمراء الاسد تک اس کا پیچھا کیا۔یہ ایک مقام ہے جو مدینے سے آٹھ میل پر واقع ہے۔وہاں پہنچ کر آپ نے تین دن قیام فرمایا۔یہ تین دن اس طرح گزرے کہ دن بھر صحابہ کرام لکڑیاں جمع کرتے۔اور رات میں ہر ہر صحابی الگ الگ اپنی آگ جلاتا۔

لگاتار تین راتیں ایسی گزریں کہ پانچ سو جگہوں پر آگ روشن کی جاتی رہی۔جو میلوں سے نظر آتی۔

اس طرح مدینے سے لے کر مکے تک، بلکہ پورے عرب میں اس کا شہرہ ہو گیا کہ مسلم فوج نے حمراء الاسد تک دشمن فوج کا پیچھا کیا۔اور دشمن فوج بدحواسی کے عالم میں وہاں سے بھاگ کھڑی ہوئی۔

www.quranurdu.com

ادھر مسلمانوں پر اس کا ثر یہ ہوا کہ ان کے حوصلے بلند ہو گئے۔ انھیں اپنی ناکامی کا جو احساس تھا، وہ فتح و کامرانی کے احساس میں تبدیل ہو گیا۔

اللہ ! اللہ ! ! رسولِ خدا کی یہ تدبیر ! یہ حکمت ! یہ دور اندیشی ! ! کس وقت ؟ جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تھک کر چور ہیں۔ زخموں سے نڈھال ہیں۔ ناکامی کا بھی ملال ہے اور پھر ''مثلہ'' کا جاں گداز منظر نظروں کے سامنے ہے۔ ! !

جنگِ اُحد سے اطمینان ہوا تو گونا گوں فتنوں کا سامنا ہوا۔ کئی قبیلوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غداری کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے بھی نمٹنا پڑا۔ اس سلسلے میں جھڑپیں بھی ہوئیں۔ کہیں تو فتح ہوئی۔ کافی مالِ غنیمت ہاتھ آیا۔ لیکن کہیں جانوں کا بڑا نقصان ہوا۔ ان میں ایک واقعہ سب سے زیادہ مشہور ہے۔ وہ قبیلہ بنی نضیر کی جلاوطنی کا واقعہ۔ یہ یہودیوں کا قبیلہ تھا۔ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اس سے معاہدہ تھا۔ لیکن اس نے غداری کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں گئے اس سلسلے میں گفتگو کرنے۔ انھوں نے بظاہر آپ کا اچھا استقبال کیا۔ لیکن در پردہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دینے کی سازش کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ انھوں نے کچھ آدمی بھیج دیے کہ اوپر سے وہ آپ کے اوپر کوئی بھاری پتھر گرادیں۔ وحی الٰہی نے آپ کو اس خطرے سے آگاہ کر دیا۔ آپ فوراً وہاں سے اٹھ کر چل دیے۔ بعد میں آپ نے انھیں مدینے سے نکل جانے کا حکم دیا۔ مگر وہ تو اپنی طاقت کے نشے میں تھے۔ حکم ماننے سے انھوں نے صاف انکار کر دیا۔ مسلمانوں نے ان کا محاصرہ کر لیا۔ بالآخر انھوں نے گھٹنے ٹیک دیے۔ اکثر لوگ تو مدینے سے نکل کر خیبر چلے گئے، جو مدینے سے سو میل کے فاصلے پر ہے۔ اور کچھ لوگ شام کی طرف چلے گئے۔ نکلنے کو تو وہ مدینے سے نکل گئے مگر اب وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں اور سرگرم ہو گئے۔ وہ قبیلوں میں جا جا کر آپ کے خلاف زہر اگلنے لگے۔

قریش نے اُحد سے واپس ہوتے ہوئے دھمکی دی تھی۔ انھوں نے ترنگ میں آکر کہا تھا: '' مسلمانو ! آئندہ سال بدر میں پھر ہمارا مقابلہ ہو گا۔'' وہ وقت اب سر پر آگیا۔ ہمت تو تھی نہیں۔ اپنے کیے پر بڑا پچھتاوا ہوا۔ یوں ہی بیٹھ رہیں، یہ بھی بدنامی کا باعث تھا۔ کہ اس طرح ہر طرف ان کی بزدلی کا چرچا ہو جانے کا ڈر تھا۔ انھوں نے ایک چال چلی۔ مسلمانوں میں اپنے آدمی بھیجنے شروع کیے کہ وہ ان کے لاؤ لشکر اور ساز و سامان کو بڑھا چڑھا کر بیان کریں تاکہ مسلمانوں میں خوف و ہراس پھیل جائے۔ ان میں لڑائی سے بے دلی پیدا ہو جائے۔ لیکن آپ ان کی باتوں میں کب آنے والے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمت ذرا بھی ڈانواں ڈول نہ ہوئی۔ اپنے عزم پر آپ مضبوطی سے قائم رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طے کر لیا، اس دن لازماً میدان میں پہنچنا ہے۔ جس طاقت پر انھیں ناز ہے۔ اس طاقت کو پارہ پارہ کرنا ہے۔

وہ دن آگیا۔ آپ نے ساتھیوں کے ساتھ بدر کا رخ کیا۔ اس موسم میں وہاں ہر سال بازار بھی لگتا تھا۔ ساتھیوں نے تجارت کے لیے کچھ سامان بھی ساتھ لے لیے۔ وہاں پہنچے تو قریش کا کہیں دور دور تک پتہ نہ تھا۔ غیور اور خوددار مسلمان ٹھہر کر ان کا انتظار کرنے لگے۔

ننگ و عار کا مسئلہ تھا۔ قریش کو بہر حال اپنی لاج رکھنی تھی۔ اس لیے مقابلے میں نکلنے کے علاوہ کوئی چارہ کار نہ تھا۔ لیکن بری طرح ہار جانے کا بھی خطرہ تھا۔ اس لیے دل کسی طرح راضی نہ تھا۔ پھر بھی ہمت کر کے نکلے۔ دو دن تک آگے بڑھتے رہے۔ پھر خوف سے پاؤں پھولنے لگے۔ آگے بڑھنا ناممکن ہو گیا۔

ابوسفیان فوج کا کمانڈر تھا۔ اس نے کہا: ''بھائیو! یہ سال تو خشک سالی کا ہے۔ لڑائی بھڑائی تو خوش حالی میں ہوتی ہے۔ خیر اسی میں ہے کہ ہم مکہ لوٹ چلیں۔ لو، میں تو چلا۔''

سردار کے بعد اب کون ٹکتا۔ پوری فوج مکہ واپس ہو گئی۔

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بدر میں آٹھ دن تک انتظار کرتے رہے۔ بدر میں بازار تو لگا ہی تھا۔ سامان تجارت بھی ساتھ تھا۔ مسلمان تجارت میں لگ گئے۔ خدا نے خوب برکت دی۔ آٹھ دن گزر گئے لیکن قریش کا کہیں پتہ نہ تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ساتھیوں کو لے کر مدینہ لوٹ پڑے۔ راستے میں دشمن کی بزدلی کی باتیں رہیں۔ قریش کی پست ہمتی کے تذکرے رہے۔ مسلمان خدا کے بے شمار احسانات یاد کرتے۔ شکر سے ان کے سینے اُمڈنے لگتے۔ زبان پر بے اختیار حمد جاری ہو جاتی۔

==========

قریش اب مسلمانوں کا لوہا مان چکے تھے۔ ان کی طاقت اور ہمت سے سہم چکے تھے۔ سمجھ چکے تھے ان سے ٹکر لینا خود اپنی بربادی کو دعوت دینا ہے۔ قبیلہ بنو نضیر آپ سے جلا ہوا تھا ہی۔ اس کے سردار قریش کے پاس گئے۔ ان سرداروں میں حیی بن اَخطب بھی تھا۔ سلام بن ابی الحقیق بھی تھا۔ ان لوگوں نے پہنچ کر قریش کو جوش دلایا۔ ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پھر ٹکر لینے پر ابھارا۔ انھوں نے کہا: ''ڈرنا کاہے کا؟ ہم تو تمہارے ساتھ ہیں۔ ہم تو محمد کو مار کے ہی دم لیں گے۔ اسی کا تو ہم تم سے عہد کرنے آئے ہیں۔''

ان باتوں سے قریش میں ایک نیا جوش ابھرا۔ ایک نیا ولولہ پیدا ہوا۔ سوئے ہوئے جذبات پھر جاگ اٹھے۔ انھوں نے یہودیوں کو سر آنکھوں پہ بٹھایا۔ خوشی سے جھومتے ہوئے بولے:

''واہ! کیا خوب آئے۔ ہمیں وہی لوگ تو پسند ہیں، جو محمد کے دشمن ہیں، جو پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اب سارا عرب ایک تھا۔ کیا مشرک کیا یہودی سب کو ایک ہی جنون تھا۔ سارے شیطانی ارادے اور ناپاک حوصلے اب اسلام کا چراغ بجھا دینے پر تل گئے تھے!! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایک بھاری لشکر بڑھا۔ لشکر کیا تھا، آدمیوں کا ایک ٹھاٹھیں مارتا سمندر تھا۔ دس ہزار خون کے پیاسے تھے، جو ہتھیاروں میں ڈوبے ہوئے تھے۔

اے محمد! اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے۔ وہ آپ کی مدد بھی کر سکتا ہے۔ دشمنوں کو خوار بھی کر سکتا ہے!!

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو برابر اطلاعات ملتی رہی، سارا عرب آپ پر بپھرا ہوا ہے۔ ہر طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سیلاب کی طرح اُمڈا آرہا ہے کہ مدینے کو تہس نہس کر دے، دنیا سے مسلمانوں کا نام و نشان مٹا دے۔

اُف خدا کی پناہ۔۔۔! جس لشکر کے پیچھے عرب کی پوری طاقت ہو، پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کا مقابلہ کیسے کر سکیں گے؟! اس کی غارت گری سے محفوظ رہنے کی کیا ترکیب کریں گے؟! اس کی بربادیوں کا سیلاب کیسے روکیں گے؟!

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتھیوں کو جمع کیا۔ ان سے مشورہ کیا۔ سب نے ایک ہی مشورہ دیا: ''باہر نہ نکلا جائے۔ مدینے میں ہی رہ کر مقابلہ کیا جائے۔''

www.quranurdu.com

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ایران کے رہنے والے تھے۔وہاں کے کچھ جنگی طریقوں سے واقف تھے۔انھوں نے کہا: "کھلے میدان میں نکل کر مقابلہ کرنے خطرے سے خالی نہیں۔کسی محفوظ جگہ پر لشکر جمع ہو۔جدھر سے دشمن کے آنے کا خطرہ ہو ادھر خندق کھود دی جائے۔"

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ رائے بہت پسند آئی۔آپ اسی وقت ایک گھوڑے پر سوار ہوئے۔کچھ مہاجرین اور انصار کو بھی ساتھ لے لیا۔گھوم پھر کر مدینے کی جغرافیائی صورت حال کا جائزہ لیا۔خندق کے لیے مناسب جگہ اور اس کی لائن متعین کی۔حکم دیا، جتنی جلد ممکن ہو، یہ کام شروع ہو جائے۔

فوراً مسلمان اس کام میں جٹ گئے۔جلدی جلدی کدال، پھاؤڑوں کا انتظام ہوا۔بنی قریظہ کے یہودی مسلمانوں کے حلیف تھے۔کھدائی کے بہت سے سامان وہاں سے آگئے۔

مدینہ تین طرف سے پہاڑوں اور نا قابل عبور سنگلاخ زمینوں سے گھرا ہوا تھا۔بس ایک شمال کی جانب سے کھلا ہوا تھا۔اسی طرف خندق کھودنے کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔کھدائی کا نقشہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بنایا۔پھر ہر دس دس آدمیوں پر بیس بیس میٹر زمین تقسیم کر دی۔

کھدائی کرنے والوں میں آپ خود بھی شامل تھے۔آپ کو ساتھ دیکھ کر مخلص ساتھیوں میں اور جوش پیدا ہوتا اور وہ بے خود ہو کر کام میں لگے رہتے۔

www.quranurdu.com

جاڑے کی راتیں تھیں۔تین تین دن کا فاقہ تھا۔بہادر مسلمان اسی عالم میں کھدائی کرتے۔اپنے سروں پر مٹی ڈھوڈھو کر کوہِ سَلع کے دامن میں پھینکتے۔اُدھر سے پتھر ڈھوڈھو کر لاتے اور خندق کے کنارے چنتے جاتے کہ ضرورت پڑی تو دشمن پر برسانے کے کام آئیں گے۔

تین ہزار متبرک ہاتھ خندق کھودنے میں مصروف تھے۔جوش کا یہ عالم تھا کہ رات اور دن کا ہوش نہ تھا۔بھوک پیاس سب کچھ بھولے ہوئے تھے۔نو یا دس دنوں کی انتھک جدوجہد سے یہ کام پورا ہو گیا۔خندق کھد کر تیار ہو گئی۔جس کی لمبائی تقریباً 6 ہزار میٹر تھی۔چوڑائی لگ بھگ 5 میٹر تھی۔اور گہرائی 5,4 میٹر کے آس پاس تھی۔اور اب مدینہ بالکل محفوظ تھا۔

مدینے کا ایک پہاڑ ہے، کوہِ سلع کے نام سے مشہور ہے۔خندق اور اس پہاڑ کے درمیان میں ایک لمبا چوڑا میدان تھا۔پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی فوج کو اسی میدان میں ٹھہرایا۔اور کوہِ سلع کو اپنی پشت پر رکھا۔

مدینے کا بچہ بچہ جوش سے سرشار تھا۔فوج روانہ ہوئی تو باپ بھائیوں کی دیکھا دیکھی نو عمر بچے بھی ساتھ ہو لیے۔فوج میدان میں پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جائزہ لیا۔جو پندرہ سال سے زیادہ عمر کے بچے تھے، انھیں شرکت کی اجازت دی۔جو اس سے کم تھے انھیں شاباشی دی اور سمجھا بجھا کر واپس کر دیا۔

ہجرت کا پانچواں سال تھا۔شوال کا مہینہ تھا۔دشمن فوج کے ہراوّل دستے اب مدینے کے قریب دکھائی دینے لگے۔ابو سفیان کو امید تھی، محمد اُحد پر ملیں گے۔آپ وہاں نہ ملے تو اس نے فوج کو مدینے کی طرف بڑھایا۔مدینے کے قریب پہنچ کر اس نے پڑاؤ ڈال دیا۔غطفان اور کچھ دوسرے قبیلے اُحد کے پاس ٹھہرے۔

دشمن فوج کی ٹولیاں مدینے کی طرف چلیں کہ مسلمانوں کا کچھ حال معلوم ہو۔ وہاں پہنچیں تو ایک نئی چیز دیکھی۔ ایسی چیز جو ان کے وہم و گمان میں نہ تھی۔۔۔ ان کی عقلیں حیران تھیں کہ یہ کیا، یہ تو خندق ہے!! مدینہ کی حفاظت کے لیے خندق کھدی ہے!! تو کیا ہمارا لشکر اُس پار نہ جا سکے گا؟ جس کے لیے اتنا جتن کیا گیا جس کے لیے اتنے پاپڑ بیلے گئے، کیا وہ کام نہ ہو سکے گا؟! کیا یہ سارا کھیل بگڑ جائے گا؟ کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم زندہ بچ جائے گا؟!

ٹولیاں لوٹ لوٹ کر فوج میں آئیں۔ لوگوں کو یہ ''نامبارک'' خبر سنائی۔ جس نے سنا، دنگ رہ گیا: بخدا یہ تو بالکل نئی ترکیب ہے۔ عرب میں تو کبھی اس کا رواج تھا نہیں۔

مسلمانوں کو معلوم ہو گیا دشمن آ گئے ہیں۔ وہ اپنی چوکیوں پر چوکنے ہو گئے۔

کوہِ سلع کے دامن میں ایک خیمہ نصب کیا گیا۔ سرخ رنگ کا خیمہ۔ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس میں تشریف لائے۔ وہاں بیٹھ کر جنگ کا نقشہ بنایا۔

اسلامی فوج تین ہزار تھی۔ اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی حصوں میں تقسیم کیا۔ کچھ ٹولیاں خندق کی دیکھ بھال پر مقرر ہوئیں۔ خندق کے جن حصوں پر زیادہ اندیشہ تھا، وہاں خصوصی طور پر کچھ لوگوں کو پہرے پر لگایا۔ بقیہ فوج دشمن کے مقابلے میں صف آرا ہوئی۔ خندق کی طرف رخ تھا۔ تیر کمان ہاتھوں میں تھے۔

اب دونوں فوجیں آمنے سامنے تھیں۔ قریش نے بہت کوشش کی، خندق پار کر لیں لیکن ناکام رہے۔ جاں باز مسلمانوں نے اس طرح تیر برسائے کہ ان سے کچھ نہ بن پڑا۔ تاب نہ لا کر وہ پیچھے ہٹ گئے۔ اب انھوں نے خندق کے اسی پار سے تیروں کی بوچھاڑ شروع کر دی۔ پھر شام ہو گئی۔ وہ اپنے ٹھکانوں پر چلے گئے۔ صبح ہوئی تو قریش نے پھر خندق پار کرنے کی کوشش کی۔ لیکن اس دن بھی ناکام رہے۔ اب وہ غصے سے بوکھلا گئے۔ تلملاتے اور ہونٹ چباتے واپس گئے۔ انھیں اب یقین ہو گیا کہ ہمارا سارا کیا دھرا برباد گیا۔ آندھی طوفان کا بھی زور تھا۔ سردی بھی بلا کی تھی۔ جسم کٹے جا رہے تھے۔ رگوں میں خون جما جا رہا تھا۔ اس لیے وہ اور غصے سے بدحواس تھے۔

مسلسل ناکامی اور پھر موسم کی سختی۔ فوج میں بے دلی پھیل گئی۔ جسے دیکھو، یہی کہہ رہا تھا: ''محمد پر اب قابو کیسے پایا جا سکتا ہے؟!''

حیی بن اَخطب نے یہ حال دیکھا تو بہت ڈرا۔ اس نے فوج اکٹھا کرنے کے لیے اَن تھک کوشش کی تھی۔ نہ جانے کن کن مصیبتوں سے سارا انتظام کیا تھا۔ وہ گھبرا اُٹھا۔ سوچنے لگا: اگر فوج میں یوں ہی بے دلی پھیلی رہی، سپاہیوں کے حوصلے پست ہوتے گئے تو کیا ہو گا؟! تب تو ساری کوشش مٹی میں مل جائے گی۔ اس کے لیے تو فوراً کچھ کرنا چاہیے۔ وہ دوڑا ہوا ابوسفیان کے پاس آیا۔ اس سے کہا: ''میری قوم بنی قریظہ بھی تمہارے ساتھ ہے اور ان کی طاقت کا حال تمھیں معلوم ہے۔''

ابوسفیان: تو دیر نہ کرو۔ جلدی جاؤ۔ ان سے کہو: ''محمد سے معاہدہ توڑ دیں۔''

حیی تیزی سے بنی قریظہ کی طرف لپکا کہ کسی طرح ان کو پھسلائے۔ ان کو غداری پر آمادہ کر لے۔ انھیں توڑ کر اپنے میں ملا لے۔

بنی قریظہ کے سردار کو محسوس ہو گیا۔ چنانچہ فوراً اس نے قلعہ کا دروازہ بند کر لیا۔ اور حیی سے ملنا بھی گوارا نہ کیا۔ کیونکہ وہ تاڑ گیا تھا کہ حیی کیوں آ رہا ہے۔ حیی پہنچا تو اس نے آواز دی۔ اور قسم دے دے کر دروازہ کھولنے کے لیے کہا۔ جوش دلانے کے لیے اس نے یہ بھی کہا:

www.uranurdu.com

"مجھے معلوم ہے تم نے کیوں دروازہ بند کیا ہے تمھیں ڈر ہے کہیں میں بھی نہ پیالہ میں شریک ہو جاؤں۔"

یہ سن کر کعب کو غیرت آگئی اور اس نے دروازہ کھول دیا۔ حیی نے کہا:

"واہ رے کعب! دیکھو، میں تمہارے لیے کتنی بڑی عزت اور شہرت لے کر آیا ہوں۔ فوجوں کا ایک سمندر لایا ہوں۔۔۔۔ ٹھاٹھیں مارتا سمندر۔ سارا عرب اُمڈ آیا ہے۔ قریش اور غطفان کے بھی سردار آئے ہیں۔ سب ایک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خون کے پیاسے ہیں۔ سب نے وعدہ کیا ہے کہ کام تمام کیے بغیر یہاں سے ٹلیں گے نہیں۔"

کعب نے کہا:

"بخدا تم میری ناک کٹانی چاہتے ہو۔ میں تو محمد سے معاہدہ کر چکا ہوں۔ اب معاہدہ کی خلاف ورزی مجھ سے نہ ہو گی۔ محمد نے ہمیشہ میرے ساتھ وفاداری کی ہے۔"

مگر حیی اب بھی مایوس نہ ہوا اور وہ بار بار کعب کی غیرت کو بھڑکاتا۔ اس نے کہا:

"آج پوری قوم کی لاج رکھنا تمہارے ہاتھ میں ہے۔ اس کی عزت بھی تمہارے ہاتھ میں ہے۔ اور اس کی ذلت بھی تمہارے ہاتھ میں ہے۔ اب تم ہی سوچ لو، دیکھو، یہ موقع ہاتھ سے دینے کا نہیں۔ بے جھجک تم محمد کا معاہدہ توڑ دو۔ اور فوجوں کو راستہ دو۔ وہ سیلاب کی طرح بڑھیں گی۔ اور منٹوں میں محمد اور اس کی فوج کو کھلیان کر دیں گی۔ پھر پورے عرب پر ہمارا اثر ہو گا۔ اپنے مذہب کے لیے بھی راستہ صاف ہو جائے گا اور مدینہ کی ساری دولت اور جائیداد پر بھی قبضہ ہو جائے گا۔"

اس بار کا وار بے کار نہ گیا۔ اس بار حیی کا جادو چل گیا۔ اور کعب اپنی مروّت کو ذبح کرنے پر راضی ہو گیا۔ لیکن ابھی وہ ہچکچا رہا تھا اور غداری کا برا انجام اسے ستا رہا تھا۔ وہ سوچنے لگا کہ:

"اگر کہیں قریش و غطفان ہار گئے، تو کیا ہو گا؟ وہ لوگ تو اپنا راستہ پکڑیں گے، اور میں تن تنہا رہ جاؤں گا۔ پھر تو میری بُری گت بنے گی اور بنو نضیر اور بنو قینقاع کی طرح میں بھی ذلیل ہوں گا۔"

لیکن جلد ہی یہ اندیشہ بھی دور ہو گیا۔ کیونکہ حیی نے کہا:

"خدا نخواستہ اگر ہم ہار گئے اور قریش میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے، تو میں خیبر چھوڑ دوں گا۔ اور یہیں آ کر تمہارے ساتھ رہوں گا اور جو کچھ سامنے آئے گا، تمہارے ساتھ میں بھی جھیلوں گا۔"

یہ باتیں سن کر کعب کو اب بالکل اطمینان ہو گیا اور وہ غداری کرنے کے لیے تیار ہو گیا۔ اب کیا تھا، حیی کامیابی سے مسرور فوج میں پہنچا اور وہاں لوگوں کو یہ خوشخبری سنائی۔ اسے اب یقین تھا کہ فتح اپنے ہاتھ میں ہے۔ اور اس میں اب صرف اتنی ہی دیر ہے کہ بنی قریظہ تیار ہو لیں۔

قریظہ کی غداری کی خبر آناً فاناً پھیل گئی۔ یہ خبر مسلمانوں پر بجلی بن کر گری۔ مسلمانوں کے لیے یہ ایک نئے خطرہ کی گھنٹی تھی۔ کیونکہ اب ان کا لشکر بھی خطرہ میں تھا۔ رسد رسانی کے لیے بھی اب کوئی راستہ نہ تھا اور دشمن کا اندیشہ بھی بڑھ گیا تھا۔ کیونکہ حملہ کے لیے ایک نیا راستہ کھل گیا تھا اور اس راستہ سے دشمن کے لیے شہر میں گھسنا بالکل آسان تھا۔

www.quranurdu.com

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تحقیق کے لیے ایک آدمی دوڑایا۔ وہ پہنچا تو وہاں بڑی دھوم دھام تھی۔ ایک عجیب جوش و خروش تھا۔ اور ہر ایک جنگ کی تیاریوں میں مصروف تھا۔ آپ نے اطمینان کے لیے پھر سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اور سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ قریظہ کے سردار سے مل کر بات کریں۔ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ خزرج کے سردار تھے اور سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اَوس کے۔ یہ قریظہ کے حلیف بھی تھے۔ ان دونوں سے آپ نے فرمایا:

"اگر خبر صحیح ہو، تو آکر چپکے سے بتانا کہ مسلمانوں میں بے دلی نہ پھیلے۔ ورنہ بلند آواز سے اعلان کر دینا۔"

یہ لوگ وہاں پہنچے تو بہت افسوسناک حالت دیکھی۔ کیونکہ وہ لوگ بے وفائی اور غداری کا فیصلہ کر چکے تھے۔ اور سردار کی حالت تو سب سے زیادہ شرمناک تھی، کہ وہ پوری بے باکی سے آپ کی بے ادبی کر رہا تھا۔ اس بدبخت نے یہاں تک کہا کہ:

"کون ہے اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم؟ ہم سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی عہد معاہدہ نہیں!"

یہ کلمات سن کر جاں نثاروں کو جوش آگیا۔ اور صورتِ حال بہت نازک ہو گئی۔ اور قریب تھا کہ جھگڑا برپا ہو جائے۔ مگر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھی کو سنبھالا اور یہ کہتے ہوئے روانہ ہو گئے کہ:

"یہ کیا؟ ہمارے اور ان کے تعلقات تو اس سے بھی زیادہ بگڑ چکے ہیں!"

پھر دونوں جاں نثار لوٹ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے۔ اور چپکے سے آپ کو صورتِ حال بتادی۔ لیکن یہ خبر چھپنے والی کب تھی؟ ساری فوج میں اس کا چرچا ہو گیا۔ اور مدینہ میں ہر طرف اس کا شہرہ ہو گیا۔ اس طرح آن کی آن میں سب پر بے دلی چھا گئی۔ اور ہر طرف مایوسی پھیل گئی جسے دیکھیے یہی کہہ رہا تھا:

"خندق تو خوب تیار ہوئی۔ لیکن اب خندق سے کیا ہوتا ہے؟ اب تو قریظہ کے قلعہ سے حملہ ہوگا۔ ہائے اب کیا بنے گا؟"

اب محاصرہ بہت سخت تھا۔ دشمن مدینہ کے گرد گھیرا ڈالے رہے اور اسی حال میں مسلمانوں پر کئی کئی فاقے گزر گئے۔ بالآخر تاب نہ لا کر وہ بلبلا اُٹھے۔ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اندیشہ ہوا کہ کہیں ساتھی ہمت نہ ہار جائیں چنانچہ آپ نے غطفان کے پاس ایک آدمی بھیجا:

"اگر تم لوگ جنگ نہ کرو، اور واپس چلے جاؤ تو مدینہ کی تہائی پیداوار ہم تم کو دیں گے۔"

اس پر غطفان بخوشی راضی ہو گئے اور بات پکی کرنے کے لیے انھوں نے اپنے آدمی بھیجے۔ البتہ انھوں نے تہائی کے بجائے آدھی پیداوار کا مطالبہ کیا۔ یہ سب کچھ ہو رہا تھا، مگر ابوسفیان ان باتوں سے بالکل بے خبر تھا۔ غطفان کی طرف سے آدھی پیداوار کا مطالبہ ہوا۔ تو آپ نے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ اور ان سے مشورہ کیا۔ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

"اللہ کے رسول! اگر یہ خدا کا حکم ہے۔ تو انکار کی مجال نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خواہش ہے، جب بھی تسلیم ہے اور اگر یہ ارادہ ہم لوگوں کے خیال سے ہے، تو کچھ عرض کروں۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"یہ تو تم ہی لوگوں کے لیے کر رہا ہوں۔ کیوں کہ میں نے سوچا کہ اس طرح دشمن کا دباؤ کچھ کم ہو جائے گا۔"

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

"اللہ کے رسول! جب ہم کافر تھے، تب تو کوئی ہم سے کچھ نہ لے سکا اور اب تو آپ کی برکت سے ہمارا درجہ بلند ہو گیا۔ اللہ کے رسول! ان کے لیے ہمارے پاس اب صرف تلوار ہے۔"

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ہمت دیکھی، تو آپ کو اطمینان ہوا۔ چنانچہ آپ نے غطفان سے معاہدہ کا ارادہ چھوڑ دیا۔ اور ان کے آدمی واپس چلے گئے۔

قبیلۂ غطفان کا ایک رئیس تھا نعیم بن مسعود۔ وہ اندر ہی اندر مسلمان ہو چکا تھا۔ مگر قبیلہ والوں کو خبر نہ تھی۔ وہ چھپ کر آپ کے پاس آیا۔ اور اپنے مسلمان ہونے کی خوشخبری سنائی۔ پھر عرض کیا:

"اللہ کے رسول! میرے اسلام لانے کی کسی کو خبر نہیں۔ آپ جو چاہیں مجھ سے کام لیں۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"نعیم! تم تنہا آدمی ہو، جس طرح بھی ہو سکے، یہ مصیبت دور کرو اور اس کے لیے تم جو چاہو، کرو تمھیں اجازت ہے۔"

نعیم اب واپس گئے۔ اور سوچنے لگے کہ کیا کروں؟ کس طرح دشمن میں پھوٹ ڈالوں؟ اور کس طرح ان کے ناپاک عزائم کو ناکام کروں؟

دشمنوں میں اب ایک نیا جوش تھا۔ اب ان کے حوصلے پہلے سے کہیں زیادہ بلند تھے۔ اب انھیں سردی کی سختی کی ذرا فکر نہ تھی۔ اور خندق کی بھی کوئی پرواہ نہ تھی۔ کیونکہ اب قریظہ ان کے ساتھ تھے اور اب دل کے ارمان نکالنا آسان تھا۔ پیدل فوج تین حصوں میں بٹی ہوئی تھی۔ اور وہ ہر طرف سے اسلامی فوج کو گھیرے ہوئی تھی۔ کہ وہ کہیں آجا نہ سکیں۔ اور بے بس ہو کر رہ جائیں۔ مگر سوار فوج اِدھر اُدھر پھر رہی تھی۔ اور مسلمانوں پر بے دردی سے تیر برسا رہی تھی۔

مسلمان سخت پریشان تھے۔ کیونکہ وہ بالکل گھر کر رہ گئے تھے خوف اور بے چینی الگ تھی۔ کیونکہ دن رات یہودیوں کا خطرہ تھا اور یہ خطرہ خندق کے خطرہ سے بڑھ کر تھا۔ عورتیں اور بچے شہر کے ایک قلعہ میں تھے۔ لہٰذا بنو قریظہ سے خطرہ تھا کہ کہیں وہ رات میں ان پر حملہ کر دیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ آدمیوں کو مقرر فرمایا، کہ رات بھر مدینہ میں گھوم پھر کر پہرہ دیں۔

یہودیوں نے غداری کی، تو مسلمانوں کی خبریں جاننے کی بھی انھیں فکر ہوئی۔ انھوں نے چاہا کہ کمزور جگہیں معلوم ہو جائیں، تاکہ حملہ میں آسانی ہو۔ اور ناکامی بھی نہ ہو۔ چنانچہ یہودیوں کی ایک ٹولی اسی غرض سے نکلی۔ مگر مسلمانوں کو پتہ چلا تو انھوں نے پیچھا کیا۔ اور وہ بھاگ نکلے۔

عورتیں اور بچے جس قلعہ میں تھے، وہ قلعہ بنی قریظہ کے قریب ہی تھا۔ بنی قریظہ نے سوچا:

"مسلمان تو فوجوں کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ اس لیے موقع اچھا ہے، قلعہ پر قبضہ کر لیا جائے۔"

چنانچہ ایک یہودی قلعہ تک آگیا۔ اور چاروں طرف چکر لگانے لگا قلعہ میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ یہ آپ کی پھوپھی تھیں۔ یکایک ان کی نظر اس یہودی پر پڑ گئی۔ عورتوں کی حفاظت کے لیے حضرت حسان رضی اللہ عنہ مقرر تھے۔ وہی حضرت جو بہت

www.quranurdu.com

اچھے شاعر تھے۔ اور پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دشمنوں کا جواب دیا کرتے تھے۔ یہودی کو دیکھ کر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا گھبرائیں اور حسان رضی اللہ عنہ سے بولیں:

''دیکھیے، یہ یہودی یہاں گھوم رہا ہے۔ جلدی سے اُتر کر اسے قتل کر دیجیے۔ ورنہ یہ جا کر دشمنوں کو پتہ دے گا۔ مسلمان تو لڑائی میں پھنسے ہوئے ہیں۔ اگر یہ بچ کر چلا گیا۔ تو مصیبت آ جائے گی۔''

مگر حضرت حسان رضی اللہ عنہ ذرا ہمت کے کچے تھے۔ بولے:

''عبدالمطلب کی بیٹی! اللہ تجھے معاف کرے! تجھے معلوم ہے کہ میں اس کام کا آدمی نہیں۔''

اور کوئی شکل تھی نہیں۔ مجبوراً حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے خود خیمہ کا ایک بانس اُکھاڑا اور چپکے چپکے نیچے اتریں۔ پھر جا کر یہودی کے سر پر اس زور سے مارا کہ اس کا سر پھٹ گیا۔

پھر لوٹ کر وہ قلعہ آئیں۔ اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے کہا:

''وہ مرد ہے۔ اس لیے میں نے اسے ہاتھ لگانا اچھا نہ سمجھا۔ آپ جائیے، اس کے ہتھیار اور کپڑے اتار لائیے۔''

حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے کہا:

''عبدالمطلب کی بیٹی! جانے بھی دو۔ مجھے اس کی چیزوں کی کوئی ضرورت تو ہے نہیں۔''

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

''اچھا جائیے! اس کا سر کاٹ کر میدان میں پھینک دیجیے تاکہ یہودی مرعوب ہو جائیں۔''

حضرت حسان رضی اللہ عنہ اس کے لیے بھی نہ تیار ہوئے۔ مجبوراً یہ کام بھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا ہی کو کرنا پڑا۔ اس طرح یہودی سمجھے کہ قلعہ میں بھی کچھ فوج ہے۔ اور پھر انھیں حملہ کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔

جوں جوں دن گزر رہے تھے، حالات سخت ہوتے جا رہے تھے۔ ذرا تصور تو کرو، فاقے پر فاقے! پھر راتوں کو سونا حرام! اور پھر ہر آن جان کا اندیشہ! اسلامی فوج میں منافق بھی موجود تھے۔ بھلا ایسے میں وہ کہاں چھپ سکتے تھے۔ آ آ کر پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگنے لگے کہ ہمارے گھر محفوظ نہیں اور بال بچے خطرہ میں ہیں۔ لہٰذا ہمیں شہر جانے دیجیے۔ خود تو وہ لوٹنا چاہتے ہی تھے، مسلمانوں کو بھی بہکاتے اور جان کا خوف دلاتے۔ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے انھیں بدگمان کرتے ہوئے کہتے:

''محمد نے بھی ہمیں خوب بہلایا۔ خوب سبز باغ دکھائے کہتے تھے قیصر و کسریٰ کے خزانے ملیں گے۔ آج یہ حال ہے کہ 'ضرورت' کے لیے بھی جانا جان کا خطرہ ہے!''

بنی قریظہ کی غداری کو کئی دن گزر گئے۔ فوجیں بے تاب تھیں اور ان کے تیار ہونے کا شدت سے انتظار کر رہی تھیں۔ تاکہ وہ قلعہ میں سے حملہ کا راستہ دیں۔ اور یہ دل کے ارمان پورے کریں۔ لیکن اس وقت تک وہ کیا کریں، کہ خندق کو پار کرنا تو اُن کے بس سے باہر تھا۔ مجبوراً باہر سے ہی وہ تیر پتھر برساتی رہیں۔

خندق کی چوڑائی ایک جگہ سے کچھ کم تھی۔ پہرہ بھی کمزور تھا۔ دشمنوں نے موقع کو غنیمت جانا اور اسی طرف سے حملہ کرنا چاہا۔ چنانچہ وہ پوری تیاری سے آگے بڑھے اور گھوڑے کودا کر اس پار پہنچے۔ غرور سے سینے تنے ہوئے تھے۔ ان میں ابوجہل کا بیٹا عکرمہ

www.quranurdu.com

اور ضرار بھی تھے۔ اور عرب کا سب سے مشہور بہادر عمَرو بن عَبد وُدّ بھی تھا۔ جو ایک ہزار سوار کے برابر مانا جاتا۔ یہی پہلے آگے بڑھا۔ اور پکار کر کہا: ''مقابلہ میں کون آتا ہے؟''

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اُٹھ کر کہا: ''میں''

لیکن پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے روکا۔ آپ کے روکنے پر حضرت علی رضی اللہ عنہ بیٹھ تو گئے۔ مگر کسی دوسرے کی ہمت نہ ہوئی۔ عمَرو نے دوبارہ پکارا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ پھر بولے: ''میں۔''

تیسری بار بھی یہی ہوا۔ اس وقت پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''یہ عمَرو ہے۔ کچھ خبر بھی ہے؟''

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

''ہاں میں خوب جانتا ہوں کہ یہ عمرو ہے۔''

چنانچہ آپ نے اجازت دے دی۔ اور خود ہی مبارک ہاتھوں سے تلوار عنایت کی اور سر پر عمامہ باندھا۔ اب حضرت علی رضی اللہ عنہ عمَرو کے مقابلہ میں تھے۔ عمَرو ہنسا اور بولا: ''کیوں بھتیجے! میرا تو دل چاہتا نہیں، کہ تمھیں ماروں!''

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ''لیکن میرا تو دل چاہتا ہے۔''

اب کیا تھا۔ عمَرو نے غصہ سے بے تاب ہو کر پوری طاقت سے تلوار کا وار کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے ڈھال پر روک لیا۔ اور پھر خود بڑھ کر وار کیا۔ لوگوں نے دیکھا کہ عمَرو اب خاک و خون میں لتھڑا پڑا تھا۔ مسلمانوں نے اسی وقت اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ اور فتح کا اعلان ہو گیا۔ کچھ دیر عمَرو کے ساتھیوں نے بھی مقابلہ کیا۔ لیکن پھر سب بھاگ کھڑے ہوئے۔

اس حملہ میں دشمنوں کو ناکامی تو ہوئی۔ لیکن خندق کو پار کر لینا اُن کے لیے کم خوشی کی چیز نہ تھی۔ چنانچہ اب بہتوں کے حوصلے بڑھے اور دوسرے بہادروں نے بھی جان پر کھیلنے کا فیصلہ کیا، اور خندق کے اس پار جا کر مسلمانوں سے مقابلہ کرنا چاہا۔ سورج ڈوب چکا تھا، اور تاریکی پھیل چکی تھی۔ اسی وقت دشمنوں کا ایک دستہ خندق کی طرف بڑھا۔ آگے آگے نامی بہادر نوفل تھا۔ خندق میں پہنچ کر نوفل نے گھوڑا کودایا کہ اس پار ہو جائے مگر گھوڑا خندق میں گرا اور نوفل کا سر پس کر رہ گیا۔ یہ عبرت ناک انجام سامنے تھے۔ لہٰذا اب ساتھیوں کو کہاں ہمت ہو سکتی تھی۔ اُلٹے پاؤں وہ واپس گئے۔

ابوسفیان کو اطلاع ہوئی تو اس نے مسلمانوں کے پاس کہلایا کہ نوفل کی لاش واپس کر دی جائے۔ بدلہ میں خون بہا (سو اونٹ) ملے گا۔ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا:

''اُٹھا لے جاؤ اسے۔ ہمیں اس کا خون بہا نہیں چاہیے۔

اس کی لاش بھی پلید ہے۔ اس کا خون بہا بھی پلید ہے۔''

www.quranurdu.com

چنانچہ مشرکوں نے اپنی لاش اٹھائی اور واپس چلے گئے۔ لیکن اب بھی وہ اپنی حرکت سے باز نہ آئے۔ اور دن رات خندق پار کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ اس کے لیے باقاعدہ انھوں نے ٹولیاں بنائیں۔ خندق پر برابر منڈلاتی رہتیں اور جہاں ایک ٹولی واپس جاتی، دوسری ٹولی آ پہنچتی۔

کئی راتیں مسلمانوں پر ایسی گزریں کہ خدا کی پناہ! گھروں میں عورتیں بے کل تھیں۔ بچے بے چینی میں تڑپ رہے تھے۔ اُف! ذرا سوچو تو سہی ان جاں نثاروں پر کیا بیتی ہو گی، جو بالکل خطرات کے نرغے میں تھے۔ لگاتار تیروں کی بوچھاڑ ہو رہی تھی، اور موت انھیں دبوچ لینے کے لیے بے تاب کھڑی تھی۔

وقت بڑا ہی نازک تھا۔ عرب کی ساری طاقتیں ایک ہو گئیں تھیں۔ اور حق کو مٹا دینے کے لیے اپنا سارا زور صرف کر رہی تھیں۔ ایسے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھروسہ صرف خدا پر تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بالکل یکسو ہو کر خدا سے گڑگڑاتے ہاتھ پھیلا پھیلا کر مدد کے لیے دعائیں کرتے۔ صبر و ہمت کی بھیک مانگتے اور اسلام کو غالب کرنے کی درخواست کرتے۔

سروں پر موت منڈلا رہی تھی۔ دشمن تاک میں تھے کہ مسلمان ذرا بھی غافل ہوں، اور وہ بے تحاشا ٹوٹ پڑیں۔ ایسے بُرے وقت میں پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی لڑائی میں بہادرانہ حصہ لے رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کے مختلف حصوں پر فوجیں تقسیم کر دی تھیں۔ جو دشمن کے حملوں کا مقابلہ کرتیں۔ ایک حصہ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگرانی میں تھا۔ آپ دشمن کو تیروں سے روک رہے تھے، اور ذرا بھی ہٹ کر دم نہ لیتے تھے اور اگر کوئی ضرورت پیش آ جاتی اور وہاں سے ہٹنا پڑتا، تو اپنی جگہ کسی دوسرے کو کھڑا کر دیتے۔ پھر جوں ہی ضرورت پوری ہو جاتی، فوراً آ کر دوبارہ اپنی جگہ سنبھال لیتے۔ اس طرح ایک طرف تو آپ ساتھیوں کی ڈھارس بندھا رہے تھے اور دوسری طرف بلند تین انسانیت کا نمونہ بھی پیش فرما رہے تھے۔

لڑائی کا آخری دن بڑا ہی سخت گزرا۔ تمام دن زوروں کا مقابلہ رہا۔ دشمن کے ماہر تیر انداز خندق کو گھیرے ہوئے تھے۔ اور بے تکان تیر پتھر برسا رہے تھے۔ مسلمان تھک کر چور چور تھے۔ بھوک پیاس سے بھی بدحال تھے۔ لیکن اپنی جگہوں پر پہاڑ کی طرح اٹل تھے۔ اور ذرا بھی پیچھے ہٹنے کا نام نہ لیتے تھے۔

اس لڑائی میں مسلمانوں کا جانی نقصان بہت کم ہوا۔ البتہ انصار کا سب سے بڑا بازو ٹوٹ گیا۔ حضرت سعد بن معاذ جو اَوس کے سردار تھے، بڑی جانبازی سے لڑ رہے تھے کہ ایک دشمن نے موقع پا کر ان کے ہاتھ پر تیر مارا۔ تیر کچھ اس طرح لگا کہ ہاتھ کی ایک رگ کٹ گئی۔ اور خون کا فوارہ جاری ہو گیا۔ اس وقت حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے آسمان کی طرف نگاہ اُٹھائی، اور خدا سے التجا کی۔ اللہ! اللہ!! وہ التجا بھی کتنی پیاری تھی:

"اے اللہ! اگر قریش سے ابھی جنگ ہونی باقی ہے، تو مجھ کو زندہ رکھ۔ جس قوم نے تیرے رسول کو جھٹلایا ہے اور ان کو گھر سے بے گھر کیا ہے اس قوم سے زیادہ کسی سے لڑنے کی مجھے تمنا نہیں لیکن اگر اس سے اب جنگ نہ ہونی ہو، تو مجھ کو اسی (زخم) میں شہادت دے، اور جب تک میری آنکھیں بنی قریظہ سے نہ ٹھنڈی ہو لیں، مجھ کو موت نہ دے۔"

خدا کی رحمتیں ہوں سعد رضی اللہ عنہ پر۔۔۔! اور بُرا ہو بنی قریظہ کے یہودیوں کا جنھوں نے غداری کی اور پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بے وفائی کی۔۔۔! اگر وہ بے وفائی نہ کرتے اور وقت پر دھوکہ نہ دیتے، تو اتنی خطرناک صورت کبھی نہ ہوتی۔

www.uranurdu.com

مسلمان سخت بے چین تھے۔اور خوف سے بالکل بدحال تھے آنکھیں پتھرا گئی تھیں۔اور کلیجے منہ کو آگئے تھے۔ادھر منافق غصہ سے تلملا رہے تھے۔اور ہونٹ چبا چبا کر کہہ رہے تھے:

"اللہ اوراس کے رسول نے تو ہم کو دھوکا دیا ہے!!"

ہر طرف مایوسی پھیلی ہوئی تھی،اور پوری فضا اُداس اُداس تھی کہ ایسے میں دیکھا گیا،پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ خوشی سے تمتمارہا ہے۔اور آنکھوں میں عجیب وغریب چمک ہے۔جو بے انتہا اطمینان کا پتہ دے رہی ہے۔ایسا لگ رہا ہے۔جیسے فتح کا فرشتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا ہو۔

مسلمانوں نے یہ دیکھا،تو ان کے سارے غم دھل گئے اور خوشی سے وہ کھل اُٹھے چنانچہ اب وہ فکر مند اور اُداس نہ تھے،بلکہ مطمئن اور بے غم تھے۔ان کے چہرے دمک رہے تھے اور ہونٹ مسکرا رہے تھے کہ اب خدا کی رحمت کو جوش آگیا۔اور اس کی مدد کا وقت آن پہنچا۔

=================

نُعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے لوٹے تو برابر سوچتے رہے کہ کیا کریں؟کس طرح دشمن کی طاقت کو کم کریں؟اور کس طرح ان کی ناپاک تمناؤں کا خون کریں؟وہ سوچتے رہے،سوچتے رہے۔یہاں تک کہ عقل نے فیصلہ دیا:

"دشمن کو ناکام کرنا چاہتے ہو،تو ان میں پھوٹ ڈال دو کہ اس سے بہتر اور کوئی ترکیب نہیں۔"

چنانچہ نعیم فوراً اُٹھے اور بنی قریظہ کی طرف تیزی سے چل دیے۔بنو قریظہ میں چونکہ ان کی چونکہ پہلے سے مان دان تھی،اور وہاں کے یہودی ان کی بڑی عزت کرتے تھے۔ان کی باتیں بڑے شوق سے سنتے اور ان کی صحبت کو اپنے لیے نعمت سمجھتے تھے،اس لیے نعیم وہاں پہنچے تو لوگ بہت تپاک سے ملے اور ان کو بڑی عزت سے بٹھایا۔پھر سارے یہودی سردار نعیم کے پاس اکٹھا ہوئے اور ان کی باتوں کا لطف لینے لگے۔نعیم کچھ دیر تو اِدھر اُدھر کی باتیں کرتے رہے۔پھر اپنی بات پر آئے اور بولے:

"میرے دوستو!تمھیں معلوم ہے کہ مجھے اس قبیلہ سے کتنا لگاؤ ہے اور خاص کر تم لوگوں سے کتنی محبت ہے۔"

سب بول اُٹھے:

"ہاں،ہاں،تم سے تو ہم خوب واقف ہیں۔"

نُعیم نے کہا:تم لوگوں نے محمد سے معاہدہ توڑ دیا اور قریش وغطفان کے ساتھ ہو گئے،لیکن کچھ انجام بھی سوچا!اگر جیت ہو گئی تو اس سے اچھی بات کیا ہے،لیکن اگر ہار گئے تو؟اس وقت کیا بنے گا؟وہ لوگ تو اپنا اپنا راستہ لیں گے۔اور تم یہاں بالکل تنہا رہ جاؤ گے۔پھر تو محمد کو اکیلے تم ہی سے نمٹنا رہے گا۔اب خود سوچ لو کہ اس وقت تم کتنے بُرے پھنسو گے۔بنی قینقاع اور بنی نضیر سے بھی زیادہ بُری گت بنے گی تمہاری۔"

لوگوں نے بڑی بے تابی سے پوچھا:"تو پھر کیا کیا جائے بھائی نعیم!"

نعیم رضی اللہ عنہ نے کہا:

www.quranurdu.com

''بھائیو! میرا تو خیال ہے کہ پہلے تم ان کے کچھ آدمی رہن لو۔ اس کے بعد ان کا ساتھ دو۔ پھر آدمی بھی اونچے گھرانے کے ہوں۔ اس طرح تمھیں اطمینان رہے گا، اور وہ لوگ بھی جب تک محمد کو مار نہ لیں گے، واپس ہونے کا نام نہ لیں گے۔''

یہ سنتے ہی لوگ خوشی سے اُچھل پڑے کہ واہ بھائی نعیم! تمہاری رائے تو بہت عمدہ ہے۔ ہم ایسا ہی کریں گے۔ نعیم رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اچھا، اب میں چل رہا ہوں۔ لیکن دیکھو، یہ باتیں کسی اور سے کہنے کی نہیں۔

لوگوں نے کہا: ''نہیں، نہیں بھائی نعیم! تم اطمینان رکھو، ہم کسی اور سے کیوں کہنے لگے۔''

اس کے بعد نعیم تو وہاں سے روانہ ہو گئے۔ لیکن وہ لوگ دیر تک نعیم کی تعریف کرتے رہے کہ نعیم نے کتنے پتہ کی بات بتائی ہے اور پھر وہ بے چارے ہمارا کتنا خیال رکھتے ہیں!

اس کے بعد نعیم رضی اللہ عنہ ابو سفیان کے پاس پہنچے۔ وہاں قریش کے دوسرے سردار بھی موجود تھے۔ نعیم نے کہا:

''بھائیو! تمھیں معلوم ہی ہے کہ مجھ کو تم سے کتنی محبت ہے۔ مجھے ایک بات معلوم ہوئی ہے۔ جس سے تم کو بھی آگاہ کر دینا میں ضروری سمجھتا ہوں تاکہ تم لوگ چوکنے ہو جاؤ۔''

یہ سنتے ہی سب لوگ بے تاب ہو گئے کہ بھائی نعیم رضی اللہ عنہ! وہ کیا بات ہے؟

نعیم رضی اللہ عنہ نے کہا:

''مجھ کو پتہ چلا ہے کہ بنو قریظہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے معاہدہ توڑ کر پچھتا رہے ہیں۔ چنانچہ انھوں نے محمد سے درخواست کی ہے کہ ہم سے راضی ہو جایئے۔ ہم آپ کو قریش و غطفان کے کچھ آدمی دیں گے۔ وہ آدمی بھی ایسے ویسے نہ ہوں گے اونچے گھرانوں کے ہوں گے۔ آپ ان کو قتل کر دیجیے گا۔ تو دیکھو بھائیو! ہوشیار رہنا۔ اگر وہ کسی حیلہ سے آدمی مانگیں، تو بھول کر مت دینا۔''

یہ کہہ کر نعیم چل دیے۔ چلتے وقت قریشی سرداروں نے بھی ان کا بہت بہت شکریہ ادا کیا۔ پھر وہاں سے نعیم غطفان کے پاس پہنچے اور یہاں بھی وہی باتیں کیں جو قریش سے کر آئے تھے۔

نعیم کی باتوں سے قریش و غطفان کے لوگ بہت پریشان ہوئے چنانچہ سارے سردار اکٹھا ہوئے اور سوچنے لگے کہ:

''بنو قریظہ کے بارے میں کیا کیا جائے؟''

اس موقع پر لوگوں نے مختلف رائیں دیں۔ مگر آخر میں طے ہوا کہ دونوں قبیلوں کے کچھ سردار جائیں اور اُن سے کہیں:

''بھائیو! ہمیں بہت دن ہو گئے۔ اس سے زیادہ ٹھہرنا ہمارے بس میں نہیں۔ لہٰذا اب فیصلہ ہو جانا چاہیے۔ جتنی جلد ہو سکے تم لوگ بھی آکر مل جاؤ اور سب مل کر ایک ساتھ زبردست حملہ کر دیں۔''

اس طرح قریش و غطفان کا وفد قریظہ کے پاس پہنچا اور ان سے یہ باتیں کہیں۔ قریظہ نے کہا:

''کل تو سنیچر ہے اور سنیچر کے دن ہم لڑائی بھڑائی کر نہیں سکتے۔ لہٰذا کوئی دوسرا دن رکھ لو، ہاں ایک بات اور ہے۔ ہم تمہارا اسی وقت ساتھ دیں گے، جب تم ہمارے پاس کچھ آدمی رہن رکھو۔ تاکہ ہمیں اطمینان تو رہے، کہ اگر محمد کا پلہ بھاری ہوا، تو ہم کو چھوڑ کر بھاگو گے نہیں۔

www.quranurdu.com

قریش وغطفان کو اب نعیم کی بات میں ذرا بھی شبہ نہ رہا۔ انھیں یقین ہو گیا کہ قریظہ کی نیت سچ مچ خراب ہے۔ ادھر ان لوگوں نے آدمی رہن رکھنے سے انکار کیا۔ تو قریظہ کو بھی نعیم کی بات میں شک نہ رہا۔ اس طرح دونوں میں پھوٹ پڑ گئی۔ اور اتنی بڑی طاقت سے دشمن محروم ہو گئے۔

==========

جوں جوں دن گزر رہ تھے، دشمن ہمت ہارتے جا رہے تھے دس ہزار فوجیوں کو کھانا پہنچانا آسان کام نہ تھا۔ پھر ان میں پھوٹ بھی پڑتی جا رہی تھی۔ اور تیزی سے ان کا میل ملاپ ختم ہو رہا تھا۔ سردی کا موسم بھی تھا۔ کھلے میدان میں ان کے جسم کٹے جا رہے تھے۔ خدا کا کرنا، انہی دنوں ایک رات تیز آندھی اُٹھی اور زوروں کی بارش شروع ہوئی۔ اس طرح کچھ ہی دیر میں موسم بالکل بدل گیا۔ بادل کی گرج، بجلی کی کڑک، اور زن، زن ہواؤں کے تیز جھونکے۔۔۔ دشمنوں کے کلیجے پھٹے جا رہے تھے۔ چنانچہ وہ بے تحاشا اپنے خیموں کی طرف بھاگے لیکن ہواؤں کو ذرا بھی رحم نہ آیا۔ وہ تیز ہوتی گئیں اور ان کی خوفناکی بڑھتی ہی گئی۔ یہاں تک کہ خیموں کی رسیاں اکھڑ اکھڑ گئیں۔ سارے سامان بکھر بکھر گئے اور کھانے کی دیگیں چولہوں پر اُلٹ اُلٹ گئیں۔ پھر ہوائیں بھی تنہا نہ تھیں۔ ساتھ میں ریت اور کنکریوں کا عذاب بھی تھا۔ اس طرح دشمنوں کی آنکھیں پٹ گئیں۔ اور ان کے دل کپکپا اُٹھے۔ بالآخر وہ بدحواس ہو کر چیخنے لگے:

''ہائے تباہی۔۔۔ ہائے بربادی!!''

ایسے میں ابوسفیان کی آواز کانوں سے ٹکرائی:

''قریشی بھائیو! بخدا اب یہ ٹھہرنے کی جگہ نہیں۔ دیکھو سارے اونٹ گھوڑے تباہ ہو گئے۔ قریظہ نے بھی دھوکہ دیا۔ موسم کا یہ حال ہے۔ چلو، اب یہاں سے بھاگ چلو اچھا میں تو چلا۔''

ابوسفیان جلدی سے اپنی اونٹنی پر بیٹھا اور چل دیا۔ سردار کے بعد اب کون ٹک سکتا تھا۔ قریش کے سارے لوگ روانہ ہو گئے۔ یہ دیکھ کر غطفان بھی مجبوراً واپس گئے۔ اس طرح مدینہ کا اُفق بیس بائیس دن غبار آلودرہ کر صاف ہو گیا۔

سنیچر کا دن آ گیا۔ ہو سکتا تھا کہ یہی دن دشمنوں کے زبردست حملہ کا دن ہوتا۔ مگر دیکھا گیا، تو وہ جگہ بالکل ویران وسنسان تھی۔ اور ہواؤں نے ان کا ذرا بھی نشان نہ چھوڑا تھا۔

وَ رَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا وَ كَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ (الاحزاب:25)

''اور خدا نے کافروں کو غصہ میں بھرا ہوا لوٹا دیا۔ ان کے ہاتھ کچھ بھی نہ آیا، اور مسلمانوں کو لڑنے کی نوبت نہ آنے دی۔''

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اب مدینہ واپس ہوئے۔ اسی موقع پر آپ نے ساتھیوں سے یہ بھی فرمایا:

''اب قریش تم سے لڑنے نہ آئیں گے۔ اب تم ان سے لڑنے جاؤ گے۔''

پھر دوسرے ہی دن آپ کی طرف سے اعلان ہوا:

''سب لوگ عصر کی نماز بنی قریظہ میں چل کر پڑھیں۔''

www.quranurdu.com

مسلمان تھک کے چور تھے۔ لیکن تکان کی انھوں نے کوئی پرواہ نہ کی اور حکم پاتے ہی وہ بنی قریظہ کی طرف چل پڑے۔ وہ خوشی سے بے تاب تھے۔ ان کے دل بلیوں اُچھل رہے تھے۔ کیونکہ وہ بنو قریظہ سے بدلہ لینے جارہے تھے۔ وہی بنو قریظہ جنھوں نے دشمنوں کا ساتھ دیا تھا اور اس طرح انھیں مٹا دینے کی تیاریاں کر رہے تھے۔

مسلمان وہاں پہنچے، تو وہ قلعے بند ہو گئے۔ مسلمان بھی ایک ماہ تک ان کا گھیرا ڈالے پڑے رہے۔ بالآخر وہ تنگ آ گئے اور ان کی جان پر بن آئی۔ بے بس ہو کر انھوں نے مشورہ کیا کہ کیا کیا جائے، کعب جو اُن کا سردار تھا۔ بولا:

''اب نجات کی صورت بس یہی ہے کہ ہم مسلمان ہو جائیں اور محمد کی اطاعت قبول کر لیں۔ اس طرح جان و مال کا کوئی خطرہ نہ رہے گا اور ہم امن سے رہیں گے۔''

لوگوں نے اس کی پُر زور مخالفت کی۔ بولے: ''توریت ہم کبھی نہیں چھوڑ سکتے۔ ہر چیز ممکن ہے مگر یہ ممکن نہیں۔''

کعب نے کہا: ''تو ہم بیوی بچوں کو مار ڈالیں اور پھر تلوار لے کر باہر نکلیں اور مسلمانوں سے جنگ کریں۔ اگر ہم سب مارے گئے، تو کوئی غم نہیں اور اگر جیت گئے، تو دوسری بیویاں کر لیں گے۔ کچھ ہی دنوں میں پھر لڑکے بچے ہو جائیں گے۔''

یہودی اس پر بھی تیار نہ ہوئے۔ سب نے کہا: ''ان بے چاروں کو قتل کر دیں! پھر جینے کا مزہ ہی کیا رہ جائے گا۔''

اس طرح مختلف رائیں سامنے آئیں۔ پھر آخر میں طے ہوا:

''محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا جائے کہ وہ ہم کو شام کی طرف چلے جانے کی اجازت دے دیں۔ بنی قینقاع اور بنی نضیر کے ساتھ تو ایسا ہی ہوا تھا۔''

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اس پر راضی نہ ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''قبیلہ اوس تمہارا حلیف ہے۔ اس میں کسی ایک کو پسند کر لو، بس وہی تمہارا فیصلہ کرے گا اور جو وہ کہہ دے گا۔ اس کو ہم بھی مانیں گے، اور تم کو بھی ماننا ہو گا۔''

چنانچہ وہ اس پر تیار ہو گئے اور بد قسمتی سے ان کی نظر سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ پر پڑی۔

اس طرح سعد رضی اللہ عنہ نے ان کا فیصلہ کیا۔۔۔! وہ یہ تھا:

''جو لڑنے کے قابل ہیں۔ وہ قتل کر دیے جائیں۔ عورتیں اور بچے قید کر لیے جائیں اور مال و اسباب مسلمانوں میں تقسیم کر دیا جائے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ سنا تو فرمایا: ''سعد رضی اللہ عنہ! یہی فیصلہ خدا کا بھی ہے۔''

چنانچہ مدینہ میں گڑھے کھود گئے۔ پھر تھوڑے تھوڑے یہودی وہاں لے جائے گئے اور ان کی گردنیں مار دی گئیں۔ پھر انھی گڑھوں میں وہ ڈال دیے گئے۔ سب سے پہلے جس کی گردن ماری گئی۔ وہ حیی تھا۔

اس طرح حضرت سعد بن معاذ کی آنکھیں ٹھنڈی ہو گئیں اور بنو قریظہ کا برا انجام انھوں نے دیکھ لیا۔ پھر وہ زیادہ نہ ٹھہرے اور اسی زخم سے ان کو شہادت نصیب ہو گئی۔

==========

www.quranurdu.com

محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم

اور بت ٹوٹ گئے

www.quranurdu.com

- حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب
- اسلامی قافلہ مکہ کی طرف
- قریش میں جوش واشتعال
- مسلمان حدیبیہ کے میدان میں
- دربارِ رسالت میں قریش کا وفد
- قبائلی سردار آبدیدہ ہوگیا
- مسلمانوں پر شبخون مارنے کی سازش
- قتلِ عثمان رضی اللہ عنہ کی افواہ
- بیعتِ رضوان
- صلح حدیبیہ
- قریش کا سپہ سالار (خالد بن ولید رضی اللہ عنہ) اور عرب کا ''دماغ'' (عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ) اسلام کی آغوش میں
- اسلام کی روز افزوں ترقی
- قریش کی عہد شکنی
- لشکر اسلام گہوارہ اسلام میں

مکہ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وطن تھا۔ پورا گھرانہ وہیں آباد تھا اور اس کا ذرّہ ذرّہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب تھا۔ اس لیے وہاں سے جانا پڑا، تو آپ کو بہت دکھ ہوا۔ اور بے اختیار آنکھیں ڈبڈبا آئیں۔ لیکن جلد ہی دن پلٹ آئے اور زمانہ نے دیکھا کہ آپ پھر اسی شہر میں داخل ہوئے۔ البتہ پہلے آپ مظلوم و بے بس تھے اور آج فتح کا جھنڈا ہاتھ میں تھا۔ خدا کو منظور ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پھر لوٹیں اور وہاں سے بتوں کو نکال باہر کریں۔ نیز مرکز ایمان کو پھر نورِ ایمان سے جگمگا دیں۔ پیارے وطن میں پہنچ کر آپ کو کتنی خوشی ہوئی؟ اس کا اندازہ کون کر سکتا ہے؟

ہجرت کو کوئی برس گزر گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ ہی میں رہتے رہے۔ مسلمانوں کے ساتھ اپنا کام کرتے رہے۔ اور لوگوں کو اسلام کی طرف بلاتے رہے۔ اسی دوران قریش سے آپ کی جنگیں بھی ہوئیں۔

ایک رات آپ نے خواب میں دیکھا کہ آپ مکہ میں داخل ہو رہے ہیں۔ اور اِرد گرد مخلص ساتھی بھی ہیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش خوش اُٹھے۔ فجر کا وقت قریب تھا۔ مسجد گئے اور ساتھیوں کے ساتھ نماز ادا فرمائی۔ معمول تھا کہ فجر بعد آپ روز ساتھیوں میں بیٹھتے۔ اور ان سے کچھ دیر باتیں کرتے۔ چنانچہ آج بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے اور ان کو اپنا خواب سنایا۔ پھر فرمایا:

''ان شاءاللہ خانہ کعبہ میں تم ضرور داخل ہو گے۔ اور اس وقت تمھیں کوئی خطرہ نہ ہو گا۔''

مکہ مسلمانوں کا محبوب وطن تھا۔ مگر وہاں سے وہ زبردستی نکال دیے گئے تھے۔ اس کا ان کو بڑا رنج تھا۔ اور اس کی یاد ایک پھانس تھی جو ہر وقت کلیجے میں کھٹکتی رہتی۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ مکہ میں کس قدر ستائے گئے! لیکن جب ان کو مکہ یاد آتا تو رونے لگتے۔ اکثر مہاجرین جان بچا بچا کر خود تو مکہ سے نکل آئے تھے۔ لیکن خاندان اور بال بچے وہیں تھے۔

یہی وجہ ہے کہ زبان مبارک سے یہ خوشخبری سن کر انھیں بڑی خوشی ہوئی۔ چنانچہ وہ گھروں پر گئے اور سفر کی تیاریوں پر لگ گئے۔ کعبہ سے انھیں بے انتہا محبت تھی۔ لہٰذا وہاں کے لیے انھوں نے قربانی کا بھی انتظام کیا۔

ہجرت کا چھٹا سال تھا اور ذیقعدہ کا مہینہ۔ مسلمان چٹ پٹ تیار ہو کر مدینہ سے روانہ ہو گئے۔ اور خانہ کعبہ کے لیے بے تابی سے بڑھنے لگے۔ البتہ جو منافق تھے، انھوں نے جانے سے ٹال مٹول کیا اور بہانہ کرتے ہوئے کہا:

''ہمیں تو کاروبار نے پھنسا رکھا ہے۔ بھلا ہم کیسے جا سکتے ہیں؟''

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان پر کوئی زور نہ ڈالا۔ لہٰذا اب انھیں مسلمانوں کو ورغلانے کا موقع ملا۔ چنانچہ جو کمزور مسلمان تھے، ان کے پاس وہ پہنچے۔ اور کہا:

''قریشی سرداروں کے زندہ رہتے ہوئے تم لوگ مکہ میں کیسے جاؤ گے؟''

مسلمانوں نے کہا:

www.quranurdu.com

''رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم قریش سے زیادہ طاقت رکھتے ہیں۔''

منافقوں نے کہا:

''تمہاری عقل ماری گئی ہے۔ذرا بچ کر لوٹ آنا۔تب دیکھیں گے۔''

منافقوں کی یہ باتیں سارے مسلمانوں میں پھیل گئیں۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سنا تو جوش سے بے قابو ہو گئے اور عرض کیا:

''اللہ کے رسول! ان بدبختوں کی گردن مار دی جائے۔''

مگر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اس پر راضی نہ ہوئے اور اِن کو ویسے ہی چھوڑ دیا۔پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتھیوں کو کوچ کا حکم دیا۔چنانچہ مسلمان مکہ کے لیے روانہ ہو گئے۔روانہ ہوتے وقت ان کی کل تعداد چودہ سو تھی۔

مسلمان چلتے چلتے عُسفَان پہنچے اور وہاں پہنچ کر ٹھہر گئے۔پھر اپنے خیمے لگائے۔جانوروں کو باندھا۔اور آگ جلائی کہ کھانا پکائیں۔ اتنے میں انھیں دُور سے گرد اُڑتی دکھائی دی۔کوئی سوار تھا جو تیزی سے گھوڑا دوڑاتا چلا آرہا تھا۔ان سب کی نگاہیں اسی پر جم گئیں، اس لیے کہ وہ مکہ سے آرہا تھا۔اور مکہ کی خبروں کا انھیں بے حد انتظار تھا۔

کچھ ہی دیر گزری تھی، کہ سوار اب مسلمانوں کے درمیان تھا۔وہ بنی خزاعہ کا ایک آدمی تھا۔جس کا نام بشر بن سفیان۔وہ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔اور عرض کیا:

''قریش کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر کی خبر ہو گئی ہے۔وہ بہت ہی غصہ میں ہیں۔اور جوش سے بے قابو ہیں۔چنانچہ خالد بن ولید سواروں کا ایک بہت بھاری دستہ لے کر مکہ کے قریب ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تاک میں ہے۔کہ آپ پہنچیں اور سب اچانک ٹوٹ پڑیں۔''

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس شخص کی باتوں پر پورا یقین ہو گیا۔اور اس خبر کے صحیح ہونے میں آپ کو ذرا بھی شبہ نہ رہا۔کیونکہ بشر خزاعہ کے سرداروں میں تھا۔اور خزاعہ قریش کے دشمن تھے۔پھر مسلمانوں سے ان کے اچھے تعلقات بھی تھے۔غرض بشر کی باتیں سن کر آپ کو بہت تکلیف ہوئی اور انتہائی درد کے ساتھ آپ نے فرمایا:

''افسوس ہے قریش پر! آئے دن کی جنگ انھیں کھا گئی! کیا نقصان تھا، اگر وہ مجھے عرب پر چھوڑ دیتے۔اگر میرے اوپر اُن کا بس چل جاتا تو ان کا مقصد حاصل تھا۔اور اگر میں غالب رہتا، تو یہ سب کے سب اسلام میں آجاتے۔''

بخدا میں جو چیز لے کر آیا ہوں، اس کے لیے لڑتا رہوں گا۔یہاں تک کہ اللہ اسے غالب کر دے۔

اے میری قوم! قریش تم سے لڑنے نکلے ہیں۔اب اگر ہم اسی راستہ پر چلتے رہے۔تو ان سے ضرور ٹکر ہو جائے گی۔اور بڑا خون خرابہ ہو گا۔جو ہم چاہتے نہیں۔ہے کوئی جو کسی دوسرے راستے سے ہمیں لے چلے؟''

قبیلۂ اسلم کا ایک شخص آگے بڑھا۔جو صحرائی راستوں سے خوب واقف تھا۔اس نے عرض کیا:

'' میں، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم!''

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''تب تم آگے بڑھو۔ہم تمہارے پیچھے پیچھے چلتے ہیں۔''

www.quranurdu.com

چنانچہ اس آدمی نے آپ کی اونٹنی کی نکیل پکڑی۔ اور قریش کے راستہ سے کترا کر چلا۔ چونکہ یہ راستہ پہاڑوں سے ہو کر گزرتا تھا۔ اس لیے بہت ہی کٹھن اور دشوار گزار تھا۔ خیر، نہ جانے کن کن مصیبتوں سے آپ حدیبیہ [1] پہنچ گئے۔ اور وہاں پہنچ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی بیٹھ گئی۔

لوگوں نے بہت کوشش کی کہ وہ اُٹھ جائے۔ اور پھر چلنے لگے لیکن اُونٹنی ٹس سے مس نہ ہوئی۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے اسے کوئی تکلیف پہنچ گئی ہو۔ یا کسی نے اسے باندھ دیا ہو۔

خیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تو کسی دوسرے اُونٹنی پر بیٹھ سکتے تھے۔ مکہ اب بالکل نزدیک تھا۔ وہاں تک پیدل بھی جا سکتے تھے۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ گئے اونٹنی کے یہاں بیٹھ جانے میں کوئی بھید ضرور ہے، جس سے میں بے خبر ہوں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی طرف سے وحی کا انتظار کرنے لگے۔

اب آپ کو وحی کا انتظار کرنا تھا، اس لیے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حُدَیبیہ کے میدان میں ہی خیمے گاڑ دینے کا حکم دیا۔ حکم پاتے ہی لوگوں نے وہیں پر ڈیرے ڈال دیے۔ لیکن خوشی سے دمکتے ہوئے چہرے اب بجھے بجھے سے تھے۔ سب حیران تھے کہ ماجرا کیا ہے؟ ہر ایک دوسرے سے پوچھتا:

"کیوں بھائی! یہاں کیوں رک گئے؟ اب تو مکہ کے دروازہ پر آ ہی گئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو مکہ میں داخل ہونے کا وعدہ کیا تھا۔ اور کعبہ کی زیارت کی خوشخبری سنائی تھی۔ پھر اب یہ کیا ہو گیا؟

غرض اس وقت مسلمانوں کی امیدوں کو بہت سخت دھچکا لگا۔ لیکن اب بھی وہ خدا کی رحمت سے مایوس نہ تھے۔

اِدھر مکہ میں کافر بدحواس تھے۔ اُن کی بے چینی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اب انھیں جو کچھ امید تھی، خالد سے تھی۔ ان کا خیال تھا کہ خالد حملہ میں کامیاب ہو جائیں، تب ہی جان بچ سکتی ہے۔ آبرو بھی اسی وقت باقی رہ سکتی ہے۔ ورنہ پھر تباہی ہے۔ ہمیشہ کی بے عزتی اور رسوائی ہے۔

یہ لو، خالد تو لوٹ آئے۔ کہہ رہے ہیں کہ محمد حُدَیبیہ میں ٹھہر گئے۔ حملہ کا پورا خاکہ خاک میں مل گیا۔ ساری اسکیم فیل ہو گئی۔ اب وہ کیا کریں؟

مُحمّد صلی اللہ علیہ وسلم۔۔۔۔۔ جن کو انھوں نے اپنے یہاں سے نکال دیا تھا، آج دوبارہ لوٹ آئے۔ اس وقت وہ تنہا اور بے سہارا بھی نہیں۔ جاں نثاروں کی ایک فوج ہے، جو اُن پر نثار ہونے کے لیے بے قرار ہے۔ پھر انھوں نے اُحد میں مسلمانوں کو بظاہر کچھ ناکام تو کر دیا تھا۔ لیکن ان کی بہادری کا لوہا بھی مان لیا تھا۔ اور انھیں اندازہ ہو گیا تھا کہ مسلمان جان تو دے سکتے ہیں، مگر اپنا مذہب نہیں چھوڑ سکتے، کہ مذہب ان کو جان سے بھی پیارا ہے۔

چنانچہ قریشی سردار پھر دار الندوہ میں جمع ہوئے۔ مگر ہر ایک اُداس اُداس تھا۔ اور ہر ایک کے چہرے پر فکر و تشویش کا غبار تھا۔

مسلمان اگر مکہ میں گھس آئے، تو قریش کی دھاک اُکھڑ جائے گی۔ اور دوسروں کی نگاہ میں ان کا وزن گھٹ جائے گا۔ یہ سوچ کر ان کی غیرت کو اُبال آیا۔ اور انھوں نے قسم کھائی:

---

[1] مکہ سے قریب ہی، تقریباً ایک منزل کے فاصلہ پر ایک کنواں ہے۔ جس کو حُدَیبیہ کہتے ہیں۔ گاؤں بھی اسی کنویں کے نام سے مشہور ہو گیا۔

www.quranurdu.com

''جب تک جان میں جان ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ میں قدم رکھنا ناممکن ہے۔''

مگر پھر سب سر جوڑ کر بیٹھے۔ اور آپس میں مشورہ کرنے لگے، کہ کیا، کیا جائے؟ محمد صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کے باہر سے ہمیں دھمکی دے رہا ہے۔ قریش میں بھی اس کی بہت سے یار و مددگار ہیں۔ جو اس کو سچا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سمجھتے ہیں۔ اور یہ تو ہمارے لیے آستین کے سانپ ہیں۔ اگر مسلمانوں سے جنگ چھڑ گئی۔ تو دوست بن کر ڈسیں گے۔

ایک بولا:

''محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں کہ ہم لڑنے نہیں آئے ہیں۔ اگر ایسا ہے تو ہمیں چاہیے کہ اُن سے نرمی سے پیش آئیں اور کسی طرح سمجھا بجھا کر واپس کر دیں۔ اب اگر ان کی نیت خراب ہوئی اور انھوں نے لڑائی کی آگ بھڑکانی ہی چاہی، تو ہم بھاگنے والے کب ہیں۔ جنگ ہی تو ہمارا اصل میدان ہے اور لڑنا بھڑنا ہی تو ہمارا کام ہے۔ اُحد میں ہم نے جو مزہ چکھایا ہے، وہ ابھی انھیں یاد ہو گا۔''

ایک قریشی سردار بولا: ''ہمارے بھائی! تب کیا کیا جائے؟''

اُس آدمی نے کہا: ''میری رائے ہے کہ بنی خزاعہ کے کچھ آدمی بھیج دیے جائیں۔ وہ جا کر پتہ لگائیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے کیا ہیں؟ اور جس طرح ہو سکے وہ انھیں سمجھانے بجھانے کی کوشش کریں۔''

قریشی سردار نے کہا: ''بنی خزاعہ کو بھیجنے میں کیا مصلحت ہے؟ ہمیں تو ان سے غداری کا خطرہ ہے۔ وہ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہی دوست اور طرفدار ہیں۔''

آدمی بولا: '' اس طرف سے بالکل بے غم رہو۔ مکہ ہی میں ان کی زمینیں اور جائیدادیں ہیں۔ بیوی بچے بھی یہیں ہیں۔ وہ ہمارے ساتھ غداری کیسے کر سکتے ہیں۔''

معاملہ کا یہ پہلو سامنے آیا تو سب کو یہ رائے بہت پسند آئی۔ اور وفد کے لیے بنی خُزاعہ کے کچھ آدمی چن لیے گئے۔ پھر بُدَیل خُزاعی اُن کا سردار بنا۔ اور یہ لوگ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کے لیے روانہ ہو گئے۔

وفد پہنچا، تو آپ بہت تپاک سے ملے۔ پھر بُدَیل نے آنے کی غرض بتائی۔

تو پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مسلمان کعبہ کی زیارت کے لیے آئے ہیں۔ اُن کے دل میں اس کی عزت اور احترام ہے۔ اگر قریش ہم سے چھیڑ چھاڑ نہ کریں۔ تو ہم لوگ خاموشی سے طواف و زیارت کر کے لوٹ جائیں گے۔''

چنانچہ وفد لوٹ کر مکہ گیا۔ اور قریش کو پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام سنایا پھر انھیں آپ کی بات مان لینے کا بھی مشورہ دیا گیا۔

مگر اب خود قریش میں اختلاف اُٹھ کھڑا ہوا۔ کچھ لوگوں نے تو کہا کہ:

''محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے صلح کر لی جائے اور طواف و زیارت کے لیے راستہ کھول دیا جائے۔''

مگر کچھ لوگوں نے پُر زور مخالفت کی۔

قریشی سردار نے کہا: ''کیا تمھیں گوارا ہے کہ دشمن تمہاری سرزمین روند کر چلے جائیں۔ پھر ہمیشہ کے لیے ماتھے پر بدنامی کا ٹیکہ لگ جائے گا؟''

www.quranurdu.com

پھر کیا کیا جائے؟'' سب ایک ساتھ بول اُٹھے۔

قریشی سردار نے کہا: ''میری رائے ہے کہ حُلَیس بن عَلقِمَہ کو بھیج دیا جائے۔ وہ قبائلیوں کا سردار ہے اور قبائلیوں کے رعب وادب کا حال سبھی کو معلوم ہے۔ ہر ایک اُن سے دبتا اور ان کے غصے سے لرزتا اور کانپتا ہے۔ اگر اس سے بات بن گئی۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم واپس چلے گئے، تو ہم کو سکون مل جائے گا۔ اور اتنی بڑی مصیبت سے جان چھوٹ جائے گی۔ اور اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بات ٹھکرادی، تو اُسے جوش آجائے گا۔ اور پھر وہ ہمارے ساتھ ہو جائے گا۔ اور ہماری صفوں میں ہو کر لڑے گا۔''

چنانچہ حُلَیس اپنے مخصوص ساتھیوں کے ساتھ مسلمانوں کی طرف چلا۔ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا:

''دیکھو، وہ حُلَیس آرہا ہے۔ اس کی قوم قربانی کی بڑی شوقین ہے۔ جانوروں کو اس کی طرف ہنکادو۔ کہ یہ انھیں اپنی آنکھوں سے دیکھ لے۔ اور اسے یقین ہو جائے کہ ہم طواف وزیارت کے لیے آئے ہیں۔ غارت گری کے لیے نہیں آئے ہیں۔''

چنانچہ مسلمان لبیک کہتے ہوئے اس کے استقبال کو بڑھے۔ اور قربانی کے جانوروں کو اُس کے سامنے ہنکا دیا۔ اس نے دیکھا کہ اونٹوں کا ایک سیلاب آرہا ہے۔ گردنوں میں لوہے کے نعل بھی لگے ہیں۔ اور نعل کو زیادہ دن گزر جانے سے گردن کے اُون بھی جھڑ گئے ہیں۔ ظلم و ناانصافی کا یہ دردناک منظر اس سے نہ دیکھا گیا۔ اور بے اختیار اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ غم و غصہ کا یہ عالم تھا کہ وہ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا بھی نہیں۔ بلکہ سیدھے لوٹ کر وہ مکہ گیا۔ اور قریش سے کہا:

''خدا کی قسم! ہم نے تم سے اس بات پر معاہدہ نہیں کیا ہے۔ اللہ کے گھر سے اس کو روک رہے ہو، جو اس کی تعظیم کے لیے آیا ہے!

عرب کے سارے قبیلے تو کعبہ کا حج کریں۔ اور عبدالمطلب کا بیٹا اس سے محروم رہے۔ خاندانی بڑائی میں بھی تو وہ کسی سے کم نہیں!

اگر تم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کعبہ سے روکا تو جان لو، سارے قبائلیوں کو لے کر میں الگ ہو جاؤں گا۔ اور پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تم سے جنگ کروں گا۔''

قریشی سردار کی تدبیر ناکام ہو کر رہ گئی۔ اس نے سوچا کچھ، اور ہو گیا کچھ، لیکن وہ پھر ایک چال چلا۔ وہ حُلَیس کو مناتے ہوئے بولا:

''بھائی!! یہ ہم لوگوں کا معاملہ ہے۔ اسے ہم پر ہی چھوڑ دو۔ ہم لوگ کوئی ایسی بات طے کر لیں گے، جس میں سب کا بھلا ہو گا۔''

اس پر حُلَیس تیار ہو گیا۔ اور اس نے وعدہ کر لیا کہ ان کے اس معاملہ میں کوئی دخل نہ دے گا۔

اس طرح قریش کو قبائلیوں کی طرف سے اطمینان ہو گیا۔ اور اب انھوں نے پچاس بہادروں کو بھیجا کہ رات میں مسلمانوں پر حملہ کر دیں۔

چنانچہ وہ لوگ رات کے اندھیرے میں حُدَیبیہ چلے۔ مگر مسلمانوں کے خیمے تک پہنچے بھی نہ تھے، کہ ہر طرف سے گھر گئے۔ اور اب وہ گرفتار ہو کر پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جارہے تھے۔

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خیمہ سے باہر تشریف لائے۔ دیکھا تو وہ خوف سے تھر تھر کانپ رہے تھے۔ فرمایا:

''اب تمہارے میں کیا چیز روک بن سکتی ہے، جب کہ تم نے ہی شرارت میں پہل بھی کی ہے؟''

دشمنوں نے کہا: ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بردباری، آپ کی رحمدلی اور مہربانی۔''

www.quranurdu.com

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں نے تمھیں معاف کر دیا۔ اب لوٹ کر اپنی قوم میں جاؤ اور ان سے کہو، محمد صلی اللہ علیہ وسلم خون خرابہ کے لیے نہیں آئے، شاید اُن کو ہوش آ جائے۔''

چنانچہ وہ لوٹ کر اپنی قوم میں گئے۔ لیکن پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں جو اطمینان دلایا تھا، اس پر انھیں ذرا بھی اطمینان نہ تھا۔ اس کے بر عکس انھیں یقین تھا کہ اب پوری قوم کی شامت آئے گی۔ کیونکہ ان کی سمجھ میں ہی نہیں آ رہا تھا کہ اتنا بڑا جرم بھی معاف ہو سکتا ہے۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ قریشی سرداروں سے ملیں اور ان سے کوئی بات طے کریں۔ مکہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے چچیرے بھائی بھی تھے، جن کا نام تھا اَبان بن سعید۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ انھیں کی حمایت میں مکہ گئے۔ وہاں قریش کو پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام سنایا اور کہا:

''اب دو ہی شکل ہے۔ یا تو طواف کا موقع دو یا جنگ کے لیے ہو جاؤ۔''

قریش نے کہا:

''تم طواف کر لو۔ صرف تمہارے ساتھ ہم یہ رعایت کر سکتے ہیں۔ ورنہ اور مسلمانوں کو تو ویسے ہی واپس جانا ہو گا۔''

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس پر کیسے تیار ہو سکتے تھے۔ انھوں نے کہا:

''یہ تو قیامت تک نہ ہو گا۔ تمھیں سارے مسلمانوں کو طواف کا موقع دینا ہو گا۔''

وہ بولے: ''خیر تمہاری خوشی۔ ہاں، یہ بھی جان لو، کہ اب تم ہمارے قیدی ہو۔ اور اب یہاں سے تم واپس نہیں جا سکتے۔''

اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نظر بند ہو گئے۔

نظر بند ہونا تھا کہ سارے مکہ میں چرچا ہو گیا، ''عثمان رضی اللہ عنہ قتل ہو گئے۔'' یہ افواہ مسلمانوں کے بھی کانوں میں پہنچی۔ چنانچہ وہ جوش سے بے تاب ہو گئے۔ آپ نے فرمایا:

''عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینا فرض ہے۔''

یہ کہہ کر آپ ببول کے ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔ پھر سارے مسلمانوں نے جان کی بازی لگا دینے کا عہد کیا۔ سب سے پہلے ابوسنان اَسَدی رضی اللہ عنہ آگے بڑھے۔ اور دستِ مبارک پر بیعت کی۔ پھر ان کے بعد سارے مسلمانوں نے بھی بیعت کی۔ اور اب تلواریں بے نیام ہو گئیں۔ اور اعلان ہو گیا کہ سب لوگ جنگ کی تیاری کریں۔

جاں نثاری کی یہ بیعت خدا کو اتنی پسند آئی کہ اس نے قرآن میں بھی اس کی تعریف کی اور اسی لیے یہ بیعت رضوان کے نام سے مشہور ہوئی۔

================

مکہ میں کافروں کو بیعت کا حال معلوم ہوا، تو وہ بہت ڈرے۔ سب نے کہا، اب صلح کر لی جائے۔ خیر اسی میں ہے۔ ورنہ بڑی تباہی ہو گی۔ چنانچہ کافروں میں ایک شخص تھا سُہیل بن عَمرو۔ یہ سوجھ بوجھ اور ہوشیاری میں مشہور تھا۔ بہت ہی شاندار مقرر بھی تھا۔ لوگوں نے اُسے ''خطیب قریش کا خطاب ہی دیا تھا۔ فوراً انھوں نے صلح کی بات چیت کے لیے اسی کو دوڑایا۔

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سُہیل آیا تو اس نے دیکھا، مسلمانوں میں دھوم دھام سے جنگ کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ یہ دیکھ کر وہ بہت گھبرایا۔ چنانچہ لپک کر وہ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا:

''عثمان رضی اللہ عنہ زندہ ہیں، قتل نہیں ہوئے ہیں۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صلح کی غرض سے آیا ہوں۔ یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی جنگی تیاریوں میں مصروف ہیں۔ اور اُدھر قریش نے بھی قسم کھائی ہے کہ اس سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ نہیں آنے دیں گے۔ میں کچھ شرطیں لے کر آیا ہوں۔ ان میں ہمارے لیے بھی سلامتی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی بہتری ہے۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم انھیں مان لیں تو ایک خوفناک جنگ ٹل جائے گی۔ اور اِس طرح نہ جانے کتنی جانیں بچ جائیں گی۔ پھر اتنی بڑی نیک نامی کا سہرا بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر بندھ جائے گا۔''

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم بولے: ''کیا کیا شرطیں ہیں؟''

سُہیل نے کہا: ''اس سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم طواف کیے بغیر لوٹ جائیں۔ پھر اگلے سال آئیں۔ اور صرف تین دن رَہ کر چلے جائیں۔ اس کے علاوہ تلوار کے سوا کوئی ہتھیار ساتھ نہ ہو۔ اور تلواریں بھی نیام میں ہوں۔''

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم بولے: ''اَور؟''

سُہیل نے کہا: ''قریش کا کوئی شخص مسلمان ہو کر مدینہ جائے، تو اسے واپس کر دیا جائے گا۔ اور اگر کوئی مسلمان مدینہ چھوڑ کر مکہ میں آ جائے گا، تو ہم اُسے واپس نہیں کریں گے۔''

یہ سن کر آپ نے آنکھیں بند کر لیں۔ اور کچھ دیر بالکل خاموش رہے، کہ وحی کے وقت آپ کی یہی حالت ہوتی تھی۔ ادھر مسلمان اس ظالمانہ شرط پر غصہ سے کھول رہے تھے۔ لیکن وہ ضبط کیے رہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آنکھیں کھولیں اور فرمایا: ''اَور؟''

سُہیل بولا: ''دس سال تک صلح رہے گی۔ ہر ایک امن حاصل ہو گا۔ اور کوئی کسی سے چھیڑ چھاڑ نہیں کرے گا۔''

رسولِ خدا نے فرمایا: ''اور؟''

سُہیل بولا: ''عرب کا جو قبیلہ جس فریق کے ساتھ چاہے، معاہدہ میں شریک ہو جائے۔''

یہ ہیں قریش کی شرطیں۔ بات بگڑنے سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوچ لیجیے۔ لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تدبیر و حکمت سے بڑی امیدیں ہیں۔

آپ نے یہ شرطیں منظور کر لیں۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ صلح نامہ لکھیں۔

مسلمانوں نے یہ دیکھا، تو انھیں بہت ناگوار ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر سب سے زیادہ اثر ہوا۔ چنانچہ وہ اُٹھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا: ''کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے رسول نہیں ہیں؟''

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں، ہوں''

عمر رضی اللہ عنہ بولے: ''کیا ہم مسلمان نہیں ہیں؟''

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں، ہم مسلمان ہیں۔''

www.quranurdu.com

عمر رضی اللہ عنہ بولے: ''کیا وہ مشرک نہیں ہیں؟''

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں، اس میں کیا شبہ ہے۔''

عمر رضی اللہ عنہ بولے: ''تو ہم دین میں یہ ذلت کیوں گوارا کریں؟ اس طرح دَب کر کیوں صلح کریں؟''

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عمر! میں خدا کا رسول اور بندہ ہوں۔ یہ اسی کا فیصلہ ہے۔ وہ مجھے ہر گز ضائع نہ کرے گا۔''

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ پھر وہ اُٹھ کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے بھی یہی گفتگو کی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا:

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے رسول ہیں۔ جو کچھ کرتے ہیں، خدا کے حکم سے کرتے ہیں۔''

اب صلح نامہ تحریر ہونے لگا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قلم اُٹھایا۔ اور لکھنا شروع کیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لکھو! بِسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم۔''

سُہیل نے کہا:

''ہم میں بِسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم۔ لکھنے کا رواج نہیں۔ ہم اس سے ناواقف ہیں۔ بِاسمِکَ اَللّٰھُمَّ لکھا جائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منظور فرمایا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو لکھنے کا حکم دیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''لکھو، یہ وہ شرطیں ہیں جن پر اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے سہیل بن عمرو سے صلح کی۔''

سہیل نے فوراً حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا:

''ایسا نہ کیجیے۔ اگر قریش آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول ہی مانتے، تو جھگڑا کس بات کا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف اپنا اور اپنے باپ کا نام لکھوائیں۔''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگرچہ تم نہیں مانتے، لیکن خدا کی قسم! میں اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔''

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''لکھو! یہ وہ شرطیں ہیں، جن پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ نے سہیل بن عمرو سے صلح کی۔''

پھر صلح کی شرطیں لکھی گئیں۔ اور دونوں طرف کے کچھ آدمیوں نے اس پر دستخط کیے۔[1]

ٹھیک اس وقت جب کہ معاہدہ لکھا جا رہا تھا۔ ایک شخص بیڑیوں میں گھسٹتا ہوا آیا۔ اور مسلمانوں کے سامنے گر پڑا۔ حالت اس بیچارے کی دیکھی نہ جاتی تھی۔ چہرہ اس شخص کا کیا تھا، مظلوموں کی ایک دلدوز تصویر تھی۔ یہ مظلوم قریش کا آدمی اور سہیل بن عمرو کا بیٹا تھا۔ ابو جندل رضی اللہ عنہ اس کا نام تھا۔ اس کے لیے مکہ میں جینا دوبھر ہو گیا تھا۔ صرف اس جرم میں کہ وہ مسلمان ہو کر اپنے رب کا ''بندہ'' بن گیا تھا۔ نہ جانے کس طرح وہ گھسٹتا بھاگتا آیا تھا کہ کس طرح قریش سے چھٹکارا مل جائے۔

سہیل نے ابو جندل رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو جیسے اس کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا:

'' یہ میرا لڑکا ہے۔ میں اس کا ولی ہوں۔ اگر اسے روک لیا گیا تو معاہدہ کی خلاف ورزی ہو گی۔''

---

[1] یہ معاہدۂ صلح حُدَیبیہ میں لکھا گیا۔ اس لیے صلح حُدَیبیہ کے نام سے مشہور ہوا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ابھی معاہدہ لکھا کب گیا؟''

سہیل بولا: ''تو ہم کو صلح بھی منظور نہیں۔''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اچھا، انھیں یہیں چھوڑ دو۔''

سہیل بولا: ''یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی بار کہا، لیکن وہ تیار نہ ہوا اور اپنی ہٹ پر اڑا رہا اس پر آپ کو بہت ملال ہوا۔ چنانچہ کچھ دیر سر مبارک جھکا رہا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو جندل کی طرف رخ کیا، اور انتہائی درد بھرے لہجہ میں فرمایا:

''ابو جندل! صبر سے کام لو۔ خدا تمہارے لیے اور دوسرے مظلوموں کے لیے ضرور کوئی رَاہ نکالے گا۔ اب صلح ہو چکی۔ ہم بد عہدی نہیں کر سکتے۔

اب سہیل نے بیٹے کی گردن پکڑی اور گھسیٹتا ہوا چلا۔ ابو جندل مسلمانوں کو پکارتے رہے اور بار بار درد بھری آواز سے کہتے رہے۔

''مسلمانو! کیا مجھے اسی حالت میں دیکھنا چاہتے ہو۔ میں تو اسلام لا چکا ہوں۔ کیا پھر مجھے کافروں کے پنجے میں دے رہے ہو؟''

مسلمان یہ دردناک منظر دیکھ کر تڑپ اُٹھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو اتنے بے قابو ہوئے کہ انھوں نے تلوار لی۔ اور ابو جندل کی طرف بڑھے، کہ لو، اس سے اپنی مدافعت کرو۔ لیکن ابو جندل نے اس کی ہمت نہ کی۔ چنانچہ جبراً انھیں مکہ لے جایا گیا اور اِدھر مسلمان غم و غصہ کی آگ میں سلگتے رہے۔

==========

مسلمان مدینہ لوٹ تو آئے۔ لیکن ان کا دل بجھا بجھا سا تھا، کہ قریش تو شرطیں لگائیں اور مسلمان ان جابرانہ شرطوں کے سامنے سر جھکا دیں۔ حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ کا دردناک حادثہ بھی نگاہوں میں پھر رہا تھا، اور آنکھوں کی نیند اور دل کا چین غارت کر رہا تھا۔ اتنے میں قریش کا ایک اور آدمی بھاگ کر آیا۔ اور اس نے مسلمان ہونے کا اعلان کیا، اور آپ سے پناہ مانگی۔ یہ تھے حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ۔ بہت ہی مخلص اور نیک دل مسلمان کافروں کے ظلم سے تنگ آکر بھاگے کہ مدینہ میں پناہ مل جائے مگر پیچھے پیچھے مکہ سے دو آدمی اور آئے اور ان دونوں نے ان کی واپسی کا مطالبہ کیا۔

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجبور تھے۔ کلیجہ پر سل رَکھ کر اس غریب کو ان دونوں کے حوالہ کر دیا۔ دونوں نے مسلمانوں کے سامنے انھیں قید کیا، اور ساتھ لے کر مکہ چلے۔ مسلمان حسرت و افسوس سے انھیں تکتے رہے اور اُن کی مظلومی اور اپنی بے بسی پر آنسو بہاتے رہے۔

دونوں آدمی حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ کو لے کر ذوالحلیفہ پہنچے۔ وہاں موقع ہاتھ آگیا اور حضرت ابو بصیر نے ایک کو قتل کر دیا۔ اب دوسرا سر پر پیر رکھ کر بھاگا۔ اور مدینہ پہنچ کر آپ سے شکایت کی۔ کچھ ہی دیر میں ابو بصیر رضی اللہ عنہ بھی آپہنچے۔ عرض کیا:

''حضور! آپ نے تو مجھے واپس کر دیا تھا۔ اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی ذمہ داری نہیں۔''

یہ کہہ کر وہ مدینہ سے چلے گئے۔ اور ریگستان کی خاک چھانتے رہے پھر سمندر کے ساحل پر پہنچے اور وہیں ٹھہر گئے۔ اب قریش کا کوئی قافلہ اُدھر سے گزرتا، تو اس پر چھاپہ مارتے اور جو کچھ ہاتھ آتا، لے بھاگتے مکہ میں بہت سے مسلمان پڑے ہوئے تھے۔ اور قریش کی

www.quranurdu.com

بیدردیوں کا نشانہ بن رہے تھے۔ معاہدہ کی وجہ سے وہ مدینہ بھی نہیں جا سکتے تھے۔ انھیں جب پتہ چلا کہ ایک نیا ٹھکانا پیدا ہو گیا ہے۔ تو وہ بھی بھاگ بھاگ کر وہیں آ گئے۔ اس طرح، ایک طاقتور ٹولی تیار ہو گئی۔ جس نے قریش کے قافلوں کا ناک میں دم کر دیا۔ وہ ان کا سارا سامان لوٹ لیتے اور پہاڑی دروں میں جا دبکتے۔

قریش نے بہت کوشش کی، لیکن ان پر قابو نہ پا سکے۔ بالآخر وہ عاجز آ گئے اور انھوں نے رسولِ خدا کے پاس کہلا بھیجا کہ :

''ہم اپنی شرط سے باز آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ساحلی مسلمانوں کو اپنے پاس بلا لیجیے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سارے مسلمانوں کو مدینہ بلا لیا۔

مسلمان سخت حیران تھے کہ جو شرط سب سے زیادہ ان کے خلاف اور قریش کے موافق تھی، قریش اس سے کیسے دست بردار ہو گئے۔ لیکن وجہ معلوم ہوئی، تو ان کی حیرانی جاتی رہی۔ انھوں نے دیکھا کہ صلح حدیبیہ جسے وہ کھلی ہوئی ہار سمجھ رہے تھے۔ کتنی بڑی جیت ثابت ہوئی۔ اور اس وقت انھیں صلح حُدَیبیہ کی حکمتیں نظر آئیں۔ جو اس سے پہلے نگاہوں سے اوجھل تھیں۔

اگلے سال مسلمان پھر مکہ گئے اور وہاں تین دن ٹھہر کر طواف و زیارت کیا۔ پھر مدینہ لوٹ آئے۔ قریش نے بھی اپنا وعدہ نباہا۔ اور انھوں نے مسلمانوں سے کوئی چھیڑ چھاڑ نہ کی۔

ہجرت کا آٹھواں سال شروع ہو گیا۔ اس سال لوگ کثرت سے مسلمان ہوئے۔ قریش کی صفوں سے بہت نامور بہادر ٹوٹ ٹوٹ کر اسلام کی گود میں آ گئے۔ خالد بن ولید اور عمرو بن العاص کا اسلام بھی اِسی زمانہ کی یادگار ہے۔ حضرت خالد قریش کے سب سے بڑے سپہ سالار تھے اور حضرت عمرو بن العاص ''عرب کا دماغ'' سمجھے جاتے تھے۔ آگے چل کر یہی دونوں فوجِ اسلام کے مشہور کمانڈر بنے ایک نے شام میں اسلام کا جھنڈا لہرایا، تو دوسرا فاتح مصر کے نام سے مشہور ہوا۔

خزاعہ اور بکر عرب کے دو مشہور قبیلے تھے۔ ان میں ایک زمانہ سے دشمنی چلی آ رہی تھی۔ مگر جب اسلام ان کے سامنے خطرہ بن کر ظاہر ہوا، تو وہ آپس میں دشمنی بھول گئے اور اسلام کو مٹانے میں تن من سے لگ گئے۔ پھر حُدَیبیہ کی صلح ہوئی تو بکر نے سوچا کہ اب اسلام کا خطرہ جاتا رہا۔ لہٰذا اب دشمن سے بدلہ لینے کا وقت آ گیا، اور انھوں نے خزاعہ پر حملہ کر دیا۔ صلح حُدَیبیہ کی رُو سے کچھ قبیلوں نے مکہ والوں کا ساتھ دیا تھا، اور کچھ مسلمانوں کے ساتھ ہو گئے تھے۔ خزاعہ کا قبیلہ چونکہ مسلمانوں کا ہمدرد تھا۔ اس لیے وہ مسلمانوں کے ساتھ ہو گیا تھا۔ اور ان کے دشمن بکر قریش کے ساتھ تھے۔ قریش کے کسی بھی ساتھی قبیلہ کا مسلمانوں کے کسی بھی ساتھی قبیلہ پر حملہ کرنا دراصل معاہدہ کو توڑنا تھا۔ بکر نے خزاعہ پر حملہ کیا تھا۔ یہی بات معاہدہ توڑنے کے لیے کافی تھی۔ لیکن اسی پر بس نہ تھا۔ قریش نے بھی بکر کی مدد کی۔ اور ان کے بہادروں نے صورتیں بدل بدل کر خزاعہ پر تلواریں چلائیں۔ خزاعہ نے مجبور ہو کر حرم میں پناہ لی۔ مگر ظالموں نے حرم کی حرمت کا بھی خیال نہ کیا، اور اس میں گھس گھس کر بے دھڑک خون بہایا۔ کسی طرح کچھ آدمی بھاگ کر مدینہ پہنچے اور انھوں نے آپ سے فریاد کی۔ خزاعہ کی مظلومی کی داستان سنی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑا رنج ہوا۔ معاہدہ کی رُو سے مدد آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض تھی۔ لہٰذا آپ نے فوراً قریش کے پاس آدمی دوڑایا، اور تین شرطیں پیش کیں، کہ ان میں سے کوئی ایک منظور کرو۔

1. خزاعہ کے جتنے آدمی مارے گئے، ان کا خونبہا ادا کرو۔

www.quranurdu.com

2. بکر سے الگ ہو جاؤ۔

3. اعلان کر دو کہ حُدَیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ گیا۔

قریش کا ایک سردار سب کی طرف سے بولا:

"تیسری شرط منظور ہے۔ اب ہم میں کوئی معاہدہ نہیں رہا۔"

کہنے کو تو یہ کہہ دیا گیا، لیکن آدمی چلا گیا۔ تو قریش بہت پچھتائے اور انھوں نے فوراً ابوسفیان کو سفیر بنا کر مدینہ دوڑایا کہ معاہدہ کو وہ تازہ کرے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مزید مہلت مانگے۔

ابوسفیان کی ایک بیٹی اُمّ حبیبہ تھیں۔ یہ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیاہی تھیں اور مدینہ ہی میں رہتی تھیں۔ ابوسفیان سب سے پہلے بیٹی کے گھر پہنچا۔ ہو سکتا تھا کہ مدت کے بعد باپ کا چہرہ دیکھ کر بیٹی کا دل بھر آتا۔ اور پرانی یادیں تازہ ہو جاتیں۔ لیکن یہاں اسلام کی محبت دل میں گھر چکی تھی۔ اور سینے میں کفر سے نفرت کی آگ سلگ رہی تھی۔ بیٹی نے باپ سے سیدھے منہ بات نہ کی۔ بالآخر ابوسفیان مایوس ہو کر وہاں سے چل دیا۔ سمجھ گیا کہ بیٹی میری کوئی مدد نہیں کر سکتی۔ پھر وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور قریش کا پیغام سنایا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ نہ بولے۔ اب وہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا۔ اور انھیں بیچ میں ڈالنا چاہا، لیکن انھوں نے کانوں پر ہاتھ دھرا یا۔ اُلٹے کچھ ناراض بھی ہوئے۔

وہاں سے مایوس ہو کر وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا۔ دیکھا تو وہ سب سے زیادہ بپھرے ہوئے تھے۔ اس کی ایک بات بھی سننے کو تیار نہ تھے۔

www.aurangurdu.com

اب وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ ابھی بہت چھوٹے تھے۔ اور اس وقت ان کی گودیوں میں ہمک رہے تھے۔ ابوسفیان نے کہا:

"اس بچہ سے صرف اتنا کہلا دو، میں نے دونوں فریقوں میں بیچ بچاؤ کرا دیا۔"

اگر یہ اتنا ہی کہہ دے تو آج سارے عرب کا سردار کہلائے۔ بولو! ایسا کر سکتی ہو؟

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

"ابوسفیان! تمھیں معلوم ہے، بچے ان معاملات میں کیا کر سکتے ہیں؟ پھر آپ کے مقابلہ میں کون پناہ دے سکتا ہے۔"

ان سے بھی بات نہ بنی تو اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ مسئلہ رکھا۔ انھوں نے کہا:

"حضور بات طے کر چکے ہیں۔ اس کے بارے میں کوئی کیا بول سکتا ہے۔ بس ایک شکل ہے۔ تم مسجد میں جا کر اعلان کر دو، میں حُدَیبیہ کی صلح بحال کرتا ہوں۔"

چنانچہ اس نے یہی کیا۔ پھر فوراً مکہ لوٹ گیا۔ مگر مکہ پہنچ کر جب اس نے لوگوں میں اپنا کارنامہ بیان کیا، تو سب نے اسے ملامت کی اور کہا کہ یہ تو کچھ بھی نہ ہوا۔ تم سے تو علی رضی اللہ عنہ نے مذاق کیا ہے اور تم اتنا بھی نہ سمجھے کہیں اس طرح صلح بحال ہوا کرتی ہے؟

چنانچہ ایک مرتبہ پھر قریشی سردار مشورہ کے لیے جمع ہوئے اور انھوں نے فیصلہ کیا کہ خزاعہ سے صلح کر لی جائے۔ اور ان کے جو آدمی مارے گئے ہیں۔ ان کا خون بہا دے دیا جائے تاکہ محمد اگر مکہ پر حملہ کریں، تو وہ ان کا ساتھ نہ دیں۔

بات طے ہو گئی تو بدیل چونکہ مکہ ہی میں رہتے تھے اور یہ خزاعہ کے بہت بڑے رئیس اور معزز آدمی تھے۔ اس لیے ابوسفیان نے ان سے ہی بات پکی کر لی اور جو لوگ مارے گئے تھے، ان کا خونبہا بھیج دیا گیا۔ پھر یہ دونوں ساتھ ہی خزاعہ پہنچے، تاکہ صلح کی بات بالکل پختہ اور اطمینانی ہو جائے۔

==========

اِدھر رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو جنگ کی تیار کا حکم دے دیا۔

اور اسلامی قبائل کے نام پیغام بھیجا:

''جو خدا و آخرت پر ایمان رکھتا ہو، وہ رمضان سے پہلے ہی مدینہ آجائے۔''

چنانچہ مسلمانوں نے آپ کی آواز پر لبیک کہا اور مختلف قبیلوں نے پوری تیاری کے ساتھ مدینہ کا رخ کیا۔ پھر رمضان کی دسویں تاریخ کو ہجرت کے آٹھویں سال پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم دس ہزار جاں نثاروں کے ساتھ مکہ کی طرف بڑھے۔ راستہ میں آپ کے چچا عباس ملے۔ مسلمان تو یہ بہت پہلے ہو چکے تھے۔ مگر اب اپنے اہل و عیال کے ساتھ مکہ سے آرہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھتے ہی خوش آمدید کہا اور بہت ہی تپاک اور محبت سے ملے۔ پھر ان کے بچوں کو آرام و عزت سے مدینہ بھجوا دیا۔

چلتے چلتے اسلامی لشکر خزاعہ کے چشمہ پر پہنچ گیا۔ اور وہاں پہنچ کر وہ ایک بڑے میدان میں ٹھہر گیا۔ لوگوں نے آرام کرنے کے لیے خیمے بھی لگائے۔ ہر طرف اندھیرا چھا چکا تھا۔ اس لیے آپ نے حکم دیا کہ ہر قبیلہ الگ الگ آگ روشن کرے۔ مقصد یہ تھا کہ دیکھنے والوں پر شوکتِ اسلام کی دھاک بیٹھے۔ چنانچہ لوگوں نے ایسا ہی کیا۔

پہرہ دینے والوں میں حضرت عباس بھی شامل تھے۔ یہ ایک اونچے ٹیلہ پر کھڑے اِدھر اُدھر نظریں دوڑا رہے تھے کہ پاس ہی انھیں دو صورتیں نظر آئیں۔ کانوں نے دونوں کی گفتگو بھی سنی۔

بُدیل بولا: ''ابوسفیان! بخدا یہ تو خزاعہ کی آگ ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ جنگ کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔''

ابوسفیان بولا: ''قیامت تک خزاعہ کی یہ شان نہیں ہو سکتی۔ یہ آگ کا جنگل، اور یہ آدمیوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر!''

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے رہا نہ گیا۔ بے اختیار بول اٹھے:

''ابوسفیان، میں عباس بن عبدالمطلب ہوں، اور یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ کی آگ ہے۔''

ابوسفیان چونک پڑا۔ اس نے حیرت سے پوچھا:

''مکہ سے تنہا یہاں کیسے آنا ہوا؟''

عباس رضی اللہ عنہ بولے:

''اللہ نے مجھے ہدایت دی، اور اب میں لشکر اسلام کا سپاہی ہوں۔''

پھر دونوں قریب ہوئے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کہا:

''خزاعہ اور قریش میں تو صلح کی بات ہو چکی ہے۔ اب ذرا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی سفارش کر دو۔''

عباس رضی اللہ عنہ بولے: ''پہلے تم دونوں اسلام لاؤ۔''

www.urdu.com

بُدَیل نے پڑھا:

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ

بُدَیل فوراً مسلمان ہو گئے۔ لیکن ابو سفیان ہچکچاتا رہا۔ ادھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی برابر اصرار کرتے رہے۔ بالآخر خدا نے توفیق دی۔ اور اس کا سینہ بھی اسلام کے لیے کھل گیا اور زبان حرکت میں آئی:

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ

اب حضرت عباس رضی اللہ عنہ دونوں کو لے کر خدمتِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشخبری سنائی۔ دونوں کے اسلام کی خبر سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے اور دونوں کو مبارک باد دی۔

مکہ اب بالکل سامنے تھا۔ آپ نے لشکر کو کئی حصوں میں تقسیم کیا اور ہر ٹولی کا الگ الگ کمانڈر بنایا۔ نیز سب کو حکم دیا کہ شہر میں الگ الگ دروازوں سے داخل ہوں اور جب تک کوئی پہل نہ کرے، اس پر ہاتھ نہ اُٹھائیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ حضرت ابو سفیان کا سر جھکا ہوا ہے۔ اور چہرہ پر اُداسی ہے۔ فرمایا:

"کیا بات ہے ابو حنظلہ! ہمارے ساتھ تم مشوروں میں نہیں شریک ہو رہے ہو؟"

ابو سفیان بولے:

"اللہ کے رسول! اب قریش پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلبہ ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر میں کچھ ایسے بھی ہیں۔ جو انتقامی جذبہ سے لبریز ہیں۔ آپ سے گزارش ہے کہ فتح پائیں تو نرمی سے کام لیں۔ اور دشمنوں کو ہم پر ہنسنے کا موقع نہ دیں۔"

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"نہیں، نہیں، ابو سفیان! تم اطمینان رکھو۔ مکہ میں تو مسلمانوں کے بھی بھائی بند ہیں۔ مہاجرین کے بھی باپ چچا ہیں۔ وہیں پر محترم گھر بھی تو ہے۔ ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کا گھر۔ ابو سفیان! اپنی قوم میں جاؤ اور ان سے کہو:

محمد صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں ایک اچھے بھائی کی طرح داخل ہو گا۔ آج کوئی غالب ہے نہ مغلوب۔ کوئی فاتح ہے نہ مفتوح۔ آج تو محبت اور اتحاد کا دن ہے۔ آج تو امن و اَمان اور اطمینان کا دن ہے۔ ابو سفیان کے گھر میں جو داخل ہو جائے، اس کو اَمان ہے۔

جو گھر کا دروازہ بند کر لے، اس کو امان ہے۔

جو خانہ کعبہ میں داخل ہو جائے، اس کو امان ہے۔"

ابو سفیان نے یہ محبت و پیار کی یہ باتیں سنیں، تو بہت خوش ہوئے اور دوڑے ہوئے مکہ گئے، کہ لوگوں کو یہ خوشخبری سنائیں۔ یہ خوشخبری پورے شہر میں آناً فاناً پھیل گئی۔ اور لرزتے کانپتے دلوں کو سکون و اطمینان کی ٹھنڈک نصیب ہوئی۔

لشکرِ اسلام مکہ میں داخل ہوا تو مشرکوں نے ہتھیار ڈال دیے، اور گھروں کے دروازے بند کر کے چھتوں اور جھروکوں سے جھانکنے لگے آج لشکر اسلام، گہوارۂ اسلام میں داخل ہو رہا تھا۔

مسلمان نہایت حکمت سے شہر میں داخل ہو گئے۔ پورے امن و اطمینان کے ساتھ کہ نہ کہیں تلوار چلی نہ خون بہا۔

www.quranurdu.com

جب پوری طرح سکون ہو گیا، اور حالت معمول پر آ گئے۔۔۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خانہ کعبہ کا ارادہ کیا۔ خدا کی شان، وہی گھر جو خلیل اللہ کی تعمیر تھا اور وہی کعبہ جو رسولِ بت شکن کی یادگار تھا۔ آج تین سو ساٹھ بتوں سے معمور تھا۔ رسولِ خدا کے ہاتھ میں ایک کمان تھی۔ اس کی نوک سے آپ ٹھوکے دیے جاتے اور زبان مبارک سے یہ کلمات ادا ہوتے۔

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا (بنی اسرائیل: 81)

''حق آگیا اور باطل مٹ گیا۔ بلاشبہ باطل کو تو مٹنا ہی تھا۔''

آپ نے پھر کعبہ کی کنجی منگائی، اور دروازہ کھلوایا۔ دیکھا تو اندر تصویر کے دشمن۔۔۔ خلیل بت شکن کی تصویر تھی، اور ان کے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کی بھی۔ اور ہاتھوں میں پانسے کے تیر تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں مٹانے کا حکم دیا۔ پھر فرمایا:

''خدا ظالموں کو غارت کرے۔ یہ بیچارے تو خدا کے پیغمبر تھے، جوئے سے کوسوں دُور تھے۔''

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اندر داخل ہوئے اور جتنی تصویریں تھیں، سب مٹا دیں خانۂ خدا بالکل پاک صاف ہو گیا، تو آپ اندر تشریف لے گئے۔ ساتھ میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ وہاں آپ نے نماز ادا کی یا چند بار تکبیریں کہیں۔

کعبہ کے سامنے اہل مکہ کا ہجوم تھا۔ لوگ قسمت کا فیصلہ سننے کے لیے بے تاب کھڑے تھے۔ اس وقت زبانِ مبارک سے یہ یادگار فقرے سنے گئے۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَه لَا شَرِيْكَ لَهٗ۔ صَدَقَ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَ هَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ اَلَا كُلُّ مَاْثَرَةٍ اَوْ دَمٍ اَوْ مَالٍ يُّدْعٰى فَهُوَ تَحْتَ قَدَمَىَّ هَاتَيْنِ اِلَّا سِدَانَةَ الْبَيْتِ وَ سِقَايَةَ الْحُجَّاجِ۔

'' اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ تنہا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اس نے اپنے وعدہ سچا کیا۔ اس نے اپنے بندہ کی مدد کی اور تمام فوجوں کو تنہا نیچا دکھایا۔ سن لو، تمام مفاخر، خون کے تمام دعوے اور مال کے سارے مطالبے، میرے ان قدموں کے نیچے ہیں۔ ہاں صرف کعبہ کی کلید برادری اور حاجیوں کی آب رسانی اس سے مستثنیٰ ہے۔''

يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَذْهَبَ عَنْكُمْ نِخْوَةَ الْجَاهِلِيَّةِ وَ تَعَظُّمَهَا بِالْاٰبَآءِ النَّاسِ مِنْ اٰدَمَ وَ اٰدَمَ مِنْ تُرَابٍ

''قریش کے لوگو! اب جاہلیت کی نخوت اور خاندانی مفاخرت کو خدا نے مٹایا۔ تمام انسان آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور آدم علیہ السلام مٹی سے بنے ہیں۔''

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ (الحجرات: 13)

''اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہارے بہت سے قبیلے اور خاندان بنائے کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیز گار ہو۔ بے شک اللہ جاننے والا اور خبر رکھنے والا ہے۔''

پھر اعلان فرمایا:

www.quranurdu.com

إِنَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ حَرَّمَ بَيْعَ الْخَمْرِ

"خدااوراس کے رسول نے شراب کی خرید وفروخت حرام کردی۔"

اس کے بعد رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف نظر اُٹھائی اور درشت لہجہ میں پوچھا:

"قریش کے لوگو! جانتے ہو، میں تمہارے ساتھ کیا کرنے والا ہوں؟"

سب ایک ساتھ پکار اُٹھے:

خَيْرًا ۔ اَخٌ كَرِيْمٌ وَّابْنُ اَخٍ كَرِيْمٍ

"اچھا سلوک۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اچھے بھائی ہیں اور اچھے بھائی کے بیٹے ہیں۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ۔ اِذْهَبُوا فَاَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ

"آج تم پر کوئی گرفت نہیں۔ جاؤ، تم سب آزاد ہو۔"

یہ تھے کون لوگ ۔۔۔! کیا تم نے یہ بھی غور کیا؟ یہ محسن عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے باغی اور پیکر رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن تھے۔ ان میں وہ لوگ بھی تھے جو اسلام کو مٹادینے کے لیے جان کی بازی لگائے ہوئے تھے، اور وہ بھی تھے، جن کی تلواروں نے ذاتِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گستاخیاں کی تھیں اور وہ بھی تھے۔ جنھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں کانٹے بچھائے تھے۔ ان میں وہ لوگ بھی تھے۔ جنھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بے دردی سے پتھر برسائے تھے اور وہ بھی تھے، جنھوں نے ایڑیاں لہولہان کردی تھیں۔ ان میں وہ لوگ بھی تھے، جو جاں نثاروں کو تپتی ہوئی ریت پر لٹا کر چٹانوں سے دبا دیتے تھے، اور وہ بھی تھے۔ جو ان کے نحیف و کمزور جسم کو لوہے کی گرم سلاخوں سے داغتے تھے۔

اس تاریخ ظلم و ستم کو سامنے رکھو، اور پھر رحمت عالم کی شانِ کریمی کا اندازہ لگا۔

اللہ رے وسعت ترے دامانِ کرم کی!
اس بحر کا ملتا ہی نہیں ڈھونڈے سے کنارہ

================

www.quranurdu.com

محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم

دَمِ واپسیں

www.quranurdu.com

- رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری حج
- عرفات کا تاریخی خطبہ
- دینِ حق کی تکمیل
- رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم بستر علالت پر
- مرض میں دن بدن اضافہ
- انتہائی نازک حالت
- محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری خطاب
- رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری کلمات
- روحِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم خدا سے جا ملی
- فداکاروں کی بدحواسی
- حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بصیرت افروز تقریر
- خلیفہ کا چناؤ
- رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری دیدار
- تجہیز و تکفین

ہجرت کا دسواں سال تھا۔ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم حج کے ارادے سے مکہ روانہ ہوئے۔

آپ کے ساتھ ایک لاکھ سے زیادہ جاں نثاروں کا قافلہ تھا۔

اس حج کو لوگ ''حجۃ الوداع'' کہتے ہیں۔

اس لیے کہ یہ حج آپ کا آخری حج تھا۔ اس کے بعد آپ کو مکہ، خانہ کعبہ، اور عرفات کی زیارت کا موقع نہ مل سکا۔

مگر کچھ لوگ اسے ''حجۃ البلاغ'' بھی کہتے ہیں۔

کیونکہ رب کا جو پیغام پہنچانے کے لیے آپ دنیا میں تشریف لائے تھے، وہ یہاں پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا۔

وہ پیغام تھا، دینِ اسلام۔

حج کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں میں ایک تقریر بھی کی۔ وہ تقریر حقیقت میں اسلام کی دستور تھی۔

تقریر شروع کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پیارے بھائیو! میں جو کچھ کہوں، غور سے سننا، کیونکہ مجھے نہیں معلوم! ہو سکتا ہے اس سال کے بعد میں تم سے یہاں نہ مل سکوں!''

اس کے بعد آپ نے سارے مسلمانوں کو آخری وصیتیں کیں۔ جن کا نچوڑ یہ ہے:

''اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت مضبوطی سے پکڑے رہنا۔

لوگوں کی جان، مال اور عزت کا خیال رکھنا۔

کوئی امانت رکھے تو اس میں خیانت نہ کرنا۔

خونریزی اور سود خوری کے قریب نہ پھٹکنا۔

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تقریر کرتے ہوئے یہ بھی بتایا کہ:

''مسلمان آپس میں کیسے رہیں۔ پھر عام انسانوں کے ساتھ ان کا کیا برتاؤ ہو۔''

نیز آپ نے مساوات پر بہت زور دیا۔ اور اُونچ نیچ، اور ذات پات کی زنجیروں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ آپ نے فرمایا:

''لوگو! تمہارا رب ایک ہے۔ تمہارا باپ ایک ہے۔

تم سب آدم علیہ السلام کے بیٹے ہو۔ اور آدم علیہ السلام مٹی سے بنے ہیں۔

خدا کے نزدیک تم میں سب سے بہتر وہ ہے، جو خدا سے سب سے زیادہ ڈرنے والا ہو۔

سن لو! کسی عربی کو عجمی پر، اور کسی عجمی کو عربی پر کوئی برتری نہیں۔ برتری کا معیار تو صرف تقویٰ ہے۔''

تقریر سے فارغ ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اے اللہ! کیا میں نے تیرا پیغام پہنچا دیا؟''

www.quranurdu.com

ایک لاکھ زبانیں ایک ساتھ بول اُٹھیں: ''ہاں، اے اللہ کے رسول!''

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا: ''اے خدا! تو گواہ رہ۔''

تقریر ہو چکی تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر اور عصر کی نماز ایک ساتھ ادا فرمائی۔

ٹھیک اس وقت جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کا یہ آخری فرض ادا کر رہے تھے۔ خدا کی بارگاہ سے یہ بشارت آئی۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (المائدۃ:3)

''آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا۔ اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور تمہارے لیے دین اسلام کو پسند فرمایا۔''

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ رو پڑے۔ کیونکہ وہ سمجھ گئے۔ کہ اب آپ کے چل چلاؤ کے دن آ گئے۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ سورت اتری، تب بھی لوگوں نے دیکھا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ رو رہے تھے۔ اور آنکھوں سے آنسوؤں کے دو سوتے جاری تھے:

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَ رَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۔ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا (النصر)

''جب اللہ کی مدد آ جائے اور فتح ہو جائے اور تم دیکھو کہ لوگ اللہ کے دین میں دَل کے دَل داخل ہو رہے ہیں، تو اپنے رب کی حمد و تسبیح کرو۔ اور اس سے مغفرت کی درخواست کرو۔ وہ تو بے انتہا توبہ قبول کرنے والا ہے۔''

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے یہ آیتیں سنیں تو سمجھ گئے کہ آپ جس کام کے لیے دنیا میں آئے تھے۔ وہ کام پورا ہو گیا۔ لہٰذا اب آپ ہم میں صرف چند دن کے مہمان ہیں۔ یہ خیال آنا تھا کہ دل بے قابو ہو گیا اور آنکھوں سے گرم گرم آنسو ٹپکنے لگے۔

بھلا ابو بکر رضی اللہ عنہ کیوں نہ روتے؟ کہ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو سب سے زیادہ عزیز تھے۔ وہی کیا، ہر ہر مسلمان آپ پر دل و جان سے فدا تھا۔ آپ کے سامنے جان کی کوئی قیمت تھی، نہ مال کی کوئی وقعت تھی۔ اور نہ اولاد کی ہی کوئی پرواہ تھی۔

==========

حجۃ الوداع کو ابھی تین ماہ سے زیادہ نہ گزرے تھے کہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر بیماری کا حملہ ہوا۔ اتنا زوردار کہ اس سے پہلے کبھی نہ ہوا تھا۔

بخار اتنا تیز ہوا کہ آنکھوں سے نیند اُڑ گئی۔ رات کا وقت تھا۔ آپ بستر سے اُٹھے۔ گھر سے باہر آئے اور مسلمانوں کے قبرستانوں کی طرف چل پڑے۔ وہاں پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تم پر سلامتی ہو، اے قبر والو!''

پھر آپ نے ان کے لیے مغفرت کی دعا فرمائی۔ اس کے بعد گھر لوٹ آئے۔

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے، تو سب سے پہلے آپ کو قبرستان کی زیارت کا خیال آیا۔ قبرستان جانے میں یہ احساس بھی شامل تھا کہ اب آپ کے جانے کے دن قریب ہیں۔

www.quranurdu.com

صبح ہوئی، تو پاک بیوی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوا۔ دیکھا، تو وہ دردِ سر میں مبتلا تھیں۔ اور بے قراری میں کہہ رہی تھیں: ہائے میرا سر!

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عائشہ! بخدا میرے سرے میں تو اور بھی زیادہ درد ہے۔ ہائے میرا سر!''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دوبارہ کراہیں: ''ہائے میرا سر!''

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''عائشہ! کیا نقصان ہے اگر تم مجھ سے پہلے مر جاؤ۔ کہ میں خود ہی تمھیں کفن پہناؤں، تمہاری نماز پڑھاؤں، اور خود ہی تم کو دفن کروں۔''

جوان عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: ''کوئی اور بیوی اس کے لیے زیادہ اچھی رہے گی۔''

حضرت عائشہ کی بات سنی، تو آپ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیلنے لگی۔ لیکن تکلیف بے انتہا تھی۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے زیادہ تفریح نہ کر سکے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ ایک ایک دن ہر بیوی کے یہاں قیام فرماتے بیماری کی حالت میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس معمول میں فرق نہ آیا۔ باری باری آپ ہر بیوی کے یہاں تشریف لے جاتے رہے۔ پانچ دن تک یوں ہی چلتا رہا۔ پھر حالت بہت زیادہ خراب ہوگئی۔ یہاں تک کہ چلنے پھرنے کی طاقت نہ رہی۔

مجبوراً آپ نے ساری بیویوں کو بلایا اور اُن سے حضرت عائشہ کے ہاں ٹھہرنے کی اجازت لی۔ کیونکہ حضرت عائشہ آپ کو سب سے زیادہ محبوب تھیں۔ چنانچہ ساری بیویاں بخوشی تیار ہو گئیں۔

www.quranurdu.com

کمزوری بے انتہا تھی اور بے سہارا چلنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ممکن نہ تھا۔ اس لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سہارا دے کر بڑی دقتوں سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے یہاں لائے۔ دردِ سر کی شدت سے سر میں رومال بھی بندھا تھا۔

مسلمان اُداس اُداس تھے۔ بے چین و بے قرار تھے۔ کیونکہ اُن کا محبوب بستر علالت پر تھا۔ اور مرض لحہ بہ لحہ بڑھتا ہی جا رہا تھا۔ اس سے پہلے کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح نہ بیمار ہوئے تھے، اس لیے وہ اور زیادہ مایوس اور فکر مند تھے۔

ہجرت کے چھٹے ہلکا سا بخار ا ہوا۔ آپ نے دو چار دن کھانے میں پرہیز کیا اور اس کا اثر جاتا رہا۔

ساتویں سال ایک یہودی عورت نے آپ کو زہر ملا ہوا گوشت کھلا دیا۔ زہر کے اثر سے کئی دن بے چینی رہی۔ لیکن کچھ دوا دارو کے بعد اس کا اثر بھی جاتا رہا۔

زندگی میں صرف دو واقعات ہوئے۔ اس کے علاوہ آپ ہمیشہ صحت منداور تندرست رہے۔ اور یہ کوئی حیرت کی بات نہیں۔ آپ کے اُصول ہی کچھ ایسے تھے۔ کہ ان کا جو بھی خیال رکھے، بیماری اس کی طرف نگاہ نہ اُٹھائے۔

کھانا اسی وقت کھاتے جب بھوک لگتی اور کھا کر اُٹھتے۔ تب بھی بھوکے ہوتے۔

یہی وجہ ہے کہ شاہِ مصر نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بطورِ ہدیہ ایک طبیب، دو باندیاں (ماریہ اور سیرین) اور کچھ شہد بھیجا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہد اور باندیوں کو تو قبول کر لیا۔ مگر طبیب کو یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ ہم لوگ تو بھوک کے بغیر کھانا ہی نہیں کھاتے اور جب کھاتے ہیں تو بھوک سے کم ہی کھاتے ہیں۔ بھلا بیماری کا یہاں کہاں گزر؟

اس کے علاوہ آپ ہمیشہ صاف ستھرے رہتے۔ دن میں پانچ بار وضو کرتے۔ کپڑے پاکیزہ رکھتے۔ گندگی اور پھوہڑ پن سے خود ہی نفرت کرتے۔ اور دوسروں کو بھی پاک صاف رہنے کا شوق دلاتے، فرماتے:

''صفائی ستھرائی ایمان کا جزو ہے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی سستی اور بیکاری کو راہ نہ دیتے۔ بلکہ سر گرم اور مستعد رہتے۔ کبھی عبادت میں مصروف ہوتے تو کبھی مسلمانوں کی بہبودی کے لیے دوڑ دھوپ کرتے اور اس کے لیے رات کو سونا تک بھول جاتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم عیش و راحت کے بندے اور خواہشات کے پجاری نہ تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہشات بھی مسلمان تھیں۔ جتنی بے جا لذتیں اور مضر دلچسپیاں ہیں۔ ان سب سے آپ کوسوں دُور تھے۔

یہ وہ باتیں ہیں کہ جو بھی ان کا خیال رکھے، صحت اور تندرستی اس کے قدم چومے۔

یہی وجہ ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے، اور طبیعت سنبھلتی ہوئی نہ معلوم ہوئی تو بیویاں بے چین ہو گئیں اور جاں نثار بے قرار ہو گئے۔

==========

رسولِ پاک کی حالت گرتی ہی گئی۔ حرارت کبھی گھٹ جاتی اور کبھی بڑھ جاتی۔

جب تک پیروں میں دم رہا اور چلنے پھرنے کی طاقت رہی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد جاتے رہے اور مسلمانوں کی امامت کرتے رہے۔ سب سے آخری نماز جو آپ نے پڑھائی وہ مغرب کی نماز تھی۔ پھر عشاء کا وقت ہوا تو آپ نے پوچھا:

''نماز ہو چکی؟''

جاں نثاروں نے عرض کیا: ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار ہے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لگن میں پانی بھروایا اور غسل کیا پھر اُٹھنا چاہا تو بے ہوش ہو گئے۔ کچھ دیر کے بعد ہوش آیا۔ تو پھر پوچھا:

''نماز ہو چکی؟''

جاں نثاروں نے عرض کیا: ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار ہے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پھر نہائے اور اُٹھنا چاہا۔ مگر اس بار بھی آپ بے ہوش ہو گئے۔ کچھ دیر میں پھر ہوش آیا۔ دریافت فرمایا:

''نماز ہو چکی؟''

پھر وہی جواب ملا: ''حضور کا انتظار ہے۔''

چنانچہ جسم مبارک پر پھر پانی ڈالا گیا۔ مگر اُٹھنے کا ارادہ کیا، تو پھر بے ہوش ہو گئے۔ اس بار ہوش آیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہو، وہ نماز پڑھائیں۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

www.quranurdu.com

''اللہ کے رسول! ان کی آواز بہت دھیمی ہے۔ قرآن پڑھتے ہیں، تو روتے بھی بہت ہیں۔ لوگ اُن کی آواز سن نہیں سکیں گے۔''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''انہی سے کہو، وہ نماز پڑھائیں۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دوبارہ وہی بات عرض کی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم تکلیف سے بے چین تھے۔ مگر غصہ سے آواز کافی بلند ہو گئی۔ فرمایا:

''کہو ابو بکر رضی اللہ عنہ سے، وہی نماز پڑھائیں گے۔''

چنانچہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حکم کی تعمیل کی۔ اور کئی دن تک نماز پڑھاتے رہے۔

پھر وفات سے چار دن پہلے کچھ سکون ہوا۔ ظہر کا وقت تھا۔ سات مشک پانی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل کیا۔ پھر کپڑے پہنے ۔ سر میں رومال باندھا اور علی رضی اللہ عنہ و عباس رضی اللہ عنہ کے سہارے مسجد گئے۔ نماز ہو رہی تھی۔ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ امام تھے۔ آہٹ پا کر انھوں نے پیچھے ہٹنا چاہا۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روک دیا۔ اور ان کے پہلو میں جا کر بیٹھ گئے۔ پھر نماز کے بعد آپ نے چھوٹی سی تقریر کی، فرمایا:

''مسلمانو! مجھے پتہ چلا ہے کہ تم اپنے نبی کی موت سے گھبرا رہے ہو۔

مجھ سے پہلے جتنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آئے، ان سب کو موت آئی۔ آخر میں بھی تو اُن ہی جیسا ایک نبی ہوں۔

سن لو! جن لوگوں نے پہلے ہجرت کی ہے، ان کے ساتھ ہمیشہ نیک سلوک کرنا۔

مہاجرین بھی آپس میں نیک سلوک کریں۔

ہاں، انصار کے ساتھ بھی ہمیشہ اچھا برتاؤ کرنا۔

جو انصار بھلائی کریں، ان کے ساتھ بھلائی کرنا۔ جو خطا کریں، ان سے در گزر کرنا۔'

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''عام مسلمان بڑھتے جائیں گے۔ مگر انصار اسی طرح کم ہو کر رہ جائیں گے۔ جیسے کھانے میں نمک۔ مسلمانو! وہ اپنا کام کر چکے۔ اب تم کو اپنا کام کرنا ہے۔ وہ میرے جسم میں بمنزلہ معدہ کے ہیں۔ میرے بعد جو مسلمانوں کا خلیفہ ہو۔ میں اس کو وصیت کرتا ہوں کہ ان کے ساتھ نیک سلوک کرے۔''

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مسلمانو! میں نے وہی چیز حلال کی ہے، جو خدا نے حلال کی ہے۔

اور اسی چیز کو حرام کیا ہے، جس کو خدا نے حرام کیا ہے۔

مسلمانو! کسی کو میں نے مارا ہو، تو یہ پیٹھ حاضر ہے۔ مجھ کو بھی وہ مار لے۔

کسی کو میں نے کچھ کہا ہو، تو وہ بھی آج محمد کو کہہ لے اور کسی کا میں نے کچھ لیا ہو تو لے لے۔''

ایک صحابی کھڑے ہوئے اور عرض کیا:

www.quranurdu.com

اللہ کے رسول! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس میرے تین درہم ہیں۔"

آپ نے اس کو تین درہم دیے۔ پھر فرمایا:

"اے رسولِ خدا کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا! اے رسولِ خدا کی پھوپھی صفیہ رضی اللہ عنہا! خدا کے ہاں کے لیے کچھ کر لو۔ میں تمھیں خدا سے نہیں بچا سکتا۔"

رسولِ پاک کے پاس بیت المال کی سات اشرفیاں تھیں۔ بیمار ہوئے تو اندیشہ ہوا، کہیں ایسا نہ ہو کہ موت آجائے۔ اور یہ اپنے پاس ہی رہ جائیں۔ چنانچہ حکم دیا کہ انھیں غریبوں کو دے دیا جائے۔ لیکن سب لوگ تو تیمارداری میں مصروف تھے۔ کسی کو آپ کا حکم یاد نہ رہا۔

وفات سے ایک دن پہلے آپ کو پھر خیال آیا۔ پوچھا: "وہ اشرفیاں کیا ہوئیں؟"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: "اللہ کے رسول! وہ ابھی گھر میں ہی ہیں۔"

آپ نے انھیں حاضر کرنے کا حکم دیا۔

پھر آپ نے اُن کو ہتھیلی پر رکھا۔ اور فرمایا:

"اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو موت آگئی، اور یہ اس کے پاس ہی رکھی رہ گئیں، تو وہ اپنے رب کو کیا جواب دے گا؟"

پھر آپ نے ان کو چند غریب مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔

تکلیف بہت بڑھ گئی۔ بخار اتنا تیز ہوا کہ پورا جسم جلنے لگا۔ چہیتی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا روز باپ کی خدمت میں حاضر ہوتیں۔ آپ انھیں دیکھ کر شفقت سے کھڑے ہو جاتے اور بوسہ دیتے پھر اپنے پاس بٹھا لیتے آج بے چینی بلا کی تھی۔ کمزوری بھی انتہا کی تھی۔ اس لیے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں، تو اُٹھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیار نہ کر سکے۔ چنانچہ وہ پاس آئیں اور خود انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دیا۔ پھر آپ کے پہلو میں بیٹھ گئیں۔

بخار اتنا تیز تھا کہ بار بار بے ہوش ہو جاتے۔ پاس ہی ایک برتن میں ٹھنڈا پانی تھا۔ آپ اس میں ہاتھ ڈالتے، پھر چہرہ پر ملتے۔ بے چینی بلا کی تھی۔ عین اسی وقت مبارک ہونٹ ہلے۔ اور کانوں نے یہ الفاظ سنے:

"یہود اور نصاریٰ پر خدا کی لعنت ہو، کہ وہ اپنے پیغمبروں کی قبروں پر سجدے کرنے لگے۔"

دوشنبہ کی رات ہوئی، تو حرارت بہت گھٹ گئی۔ ایسا لگ رہا تھا گویا بخار جاتا رہا۔ بے چینی نام کو نہ تھی۔ طبیعت کو بالکل سکون تھا جس نے بھی دیکھا، سمجھا کہ آپ اچھے ہو گئے۔ چنانچہ اُداس چہرے پھر چمک اُٹھے اور مرجھائے ہوئے دل پھر لہلہا اُٹھے۔

حجرۂ مبارک مسجد سے ملا ہوا تھا۔ صبح ہوئی تو آپ نے پردہ اُٹھا کر مسجد کی طرف دیکھا، مخلص ساتھی فجر کی نماز میں مصروف تھے۔ دیکھ کر آپ مسکرا دیے کہ خدا کی زمین پر آخر وہ گروہ پیدا ہو گیا۔ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کا نمونہ بن کر اللہ کی یاد میں مصروف ہے۔ کچھ آہٹ ہوئی تو ساتھی سمجھے کہ آپ باہر آنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ خوشی سے وہ بے تاب ہو گئے اور قریب تھا کہ نمازیں توڑ دیں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ امام تھے۔ انھوں نے چاہا کہ پیچھے جائیں۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ سے روک

www.quranurdu.com

دیا۔ پھر حجرہ کے اندر ہو کر پردہ گرادیا۔ کمزوری اس قدر تھی کہ پردہ اچھی طرح نہ گرا سکے۔ پیروں پر کھڑا ہونا بھی دشوار تھا۔ لیکن ساتھیوں کو خوشی دیکھ کر آپ بھی بے حد خوش تھے۔

کمزوری دم بدم بڑھتی جارہی تھی اور موت ہولے ہولے سرکتی آرہی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن میں ٹھنڈا پانی مانگا۔ پانی فوراً حاضر کردیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بار بار اس میں ہاتھ ڈالتے اور چہرہ پر ملتے۔ چادر کبھی منہ پر ڈال لیتے، اور کبھی ہٹادیتے۔

اس وقت لگاتار زبانِ مبارک سے یہ الفاظ ادا ہو رہے تھے:

اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی تَحَمُّلِ سَکَرَاتِ الْمَوْتِ

''اے اللہ جان کنی کی پریشانیاں جھیلنا میرے لیے آسان کر۔''

پیارے باپ کی بے چینی دیکھ کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بے چین ہو گئیں، بے اختیار چیخیں:

''ہائے میرے باپ کی بے چینی!''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو فرمایا:

''آج کے بعد پھر تمہارا باپ بے چین نہ ہو گا۔''

سہ پہر کا وقت تھا۔ سینہ میں سانس گھڑ گھڑا رہی تھی۔ اتنے میں مبارک ہونٹ ہلے اور کانوں میں یہ آواز آئی:

''نماز، اور غلاموں سے نیک سلوک۔''

پھر ہاتھ اُور اُٹھے۔ آپ نے انگلی سے اشارہ کیا اور فرمایا:

بَلِ الرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی

''اب وہ کوئی نہیں۔ بس وہی سب سے بڑا ساتھی۔''

یہی کہتے کہتے ہاتھ لٹک آئے۔ آنکھیں چھت سے لگ گئیں اور رُوحِ پاک خدا سے جا ملی۔

دوشنبہ کا دن تھا۔ ربیع الاوّل کی بارہ تاریخ اور ہجرت کا گیارہواں سال تھا۔ جاں نثاروں کی نظر میں دنیا اندھیری ہو گئی۔ اور دل کی بستی میں سناٹا چھا گیا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَ سَلِّمْ عَلَیْہِ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

وفات کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر 63 سال تھی۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

==========

کیا سچ مچ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم چل بسے؟

جو مسلمان بھی یہ دلخراش خبر سنتا، بے ساختہ اس کی زبان پر یہ سوال آجاتا:

''اُف! اُف!!''

ابھی چند ہی گھنٹے پہلے تو ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا۔ آپ نے ہم سے باتیں بھی کی تھیں۔

www.quranurdu.com

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو اللہ کے برگزیدہ ہیں۔اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغمبر بنایا ہے بہت سے لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان بھی لا چکے ہیں۔

علاوہ بریں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو ایک خدائی طاقت ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو پوری دنیا کو ہلا کر رکھ دیا۔اتنا بڑا انقلاب برپا کیا کہ زمانہ بھول نہیں سکتا۔

اور۔۔۔اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے تو انسانوں کو اندھیرے سے اُجالے میں پہنچایا ہے۔گمراہی سے نکال کر سیدھے رستہ پر لگایا ہے۔

نہیں، نہیں! یہ کیونکر ممکن ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرنے سے تو وحی رک جائے گی، جواب تک کسی نبی کے مرنے سے نہیں رکی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ غمناک خبر سنی، تو اُن کے پاؤں تلے سے زمین سرک گئی۔بے تحاشا وہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی طرف دوڑے۔انھیں یقین ہی نہیں آرہا تھا۔کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی۔

جسم مبارک پر چادر پڑی تھی۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چہرہ سے چادر ہٹائی دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بالکل بے حس و حرکت تھے۔سوچا کہ بے چینی زیادہ ہے۔اسی لیے بے ہوشی کا عالم ہے۔تھوڑی دیر میں پھر ہوش آجائے گا۔

www.quranurdu.com

اس کے بعد وہ مسجد گئے۔دیکھا تو لوگ سسکیاں لے رہے تھے۔فوراً نیام سے تلوار کھینچ لی اور کڑکتے ہوئے بولے:

''جو بھی کہے گا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم مرگئے، اسی تلوار سے اس کی گردن اُڑادوں گا۔''

پھر نہایت گرجدار آواز سے کہا:

''لوگو! کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم مرگئے بخدا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی مرے نہیں ہیں۔ حضرت موسیٰ کی طرح آپ بھی چالیس دن غائب رہیں گے۔پھر لوٹ کر آئیں گے۔اور جس نے بھی کہا ہوگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مرگئے۔اس کو دردناک سزادیں گے۔''

وفات کی المناک خبر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھی ملی۔سنتے ہی وہ تڑپ اُٹھے۔فوراً مسجد پہنچے۔دیکھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں میں تقریر کر رہے تھے مگر وہ کسی سے کچھ نہ بولے اور سیدھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر گئے۔جسم مبارک پر چادر ہٹائی اور پیشانی مبارک کو بوسہ دیا۔پھر فرمایا:

''اے رسولِ خدا! میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان! زندگی میں بھی آپ اچھے رہے۔مرنے کے بعد بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اچھے رہیں گے۔''

پھر مسجد گئے دیکھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تقریر جاری تھی۔وہ لوگوں کو سمجھا رہے تھے۔کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم ابھی زندہ ہیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو آواز دی۔

''عمر! ذرا ٹھہرو۔مجھے کچھ کہنے دو۔''

مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو بے قابو تھے۔اس لیے انھوں نے ذرا بھی دھیان نہ دیا۔اور برابر بولتے رہے۔

اب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کی طرف متوجہ ہوئے، اور اشارہ کیا۔ اشارہ پاتے ہی سارے مسلمان اُن کے گرد جمع ہو گئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ تنہا رہ گئے۔ اس طرح حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ مجمع پر چھا گئے۔ اور یہ مشہور تقریر کی:

''لوگو! اگر کوئی محمد کی بندگی کرتا تھا، تو محمد اس جہان سے تشریف لے گئے اور کوئی اللہ کی بندگی کرتا تھا، تو اللہ زندہ ہے۔ اس کے لیے کبھی موت نہیں۔''

پھر یہ آیت پڑھی:

وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوۡلٌ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِهِ الرُّسُلُ اَفَاۡئِنۡ مَّاتَ اَوۡ قُتِلَ انْقَلَبۡتُمۡ عَلٰۤى اَعۡقَابِكُمۡ وَ مَنۡ يَّنۡقَلِبۡ عَلٰى عَقِبَيۡهِ فَلَنۡ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيۡـًٔا وَ سَيَجۡزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيۡنَ (آلِ عمران:144)

''اور محمد تو بس اللہ کے رسول ہیں۔ ان سے پہلے بہت سے نبی گزر چکے۔ اگر وہ مر جائیں یا خدا کی راہ میں مارے جائیں تو کیا تم اُلٹے پاؤں اسلام سے پھر جاؤ گے؟ اور جو کوئی پھر جائے گا وہ خدا کا کچھ نہیں بگاڑے گا۔ اور اللہ اس نعمت کی قدر کرنے والوں کو اچھا بدلہ دے گا۔''

یہ تھی وہ بصیرت افروز تقریر جو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس وقت کی۔ مسلمانوں نے یہ تقریر سنی۔ تو اُن کی آنکھیں کھل گئیں۔ اور اس کڑوی حقیقت کا انھیں یقین کرنا ہی پڑا۔ سب کو ایسا معلوم ہوا کہ آیتِ پاک آج ہی اُتری ہے۔ چنانچہ اسی دن ہر مسلمان کی زبان پر یہی آیت تھی، اور ہر طرف اسی کا چرچا تھا۔

مسلمانوں کے دل آپ کے عشق و محبت اور عقیدت سے لبریز تھے۔ اس لیے وفات کی خبر اُن پر بجلی بن کر گری اور سنتے ہی وہ بدحواس ہو گئے۔ چنانچہ اسی بے خودی میں انھوں نے وفات کا انکار بھی کر دیا۔ پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے قرآنِ پاک کی آیت پڑھی تو ان کی آنکھیں کھلیں اور انھیں ہوش آیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ تقریر سنی تو زمین پر گر پڑے۔ کہ اب وفات میں شک کی گنجائش نہ تھی۔ انھوں نے کہا:

''ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس سے پہلے یہ آیت سنی ہی نہ تھی۔''

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا کیا حال تھا؟ ان کے بھی ہوش و حواس گم تھے اور غم کی شدت سے زبان پر تالے لگے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''یوں سمجھنا چاہیے، گویا ہماری آنکھوں پر پردے پڑے تھے اور وہ پردے ہٹ گئے۔''

یہی لوگ نہیں۔ تمام مسلمانوں کا یہی حال تھا۔ لیکن حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے تقریر کی۔ تو سب کی آنکھیں کھل گئیں۔ اور انھیں یقین ہو گیا کہ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سچ مچ اللہ کو پیارے ہو گئے۔

خود حصرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا اس موقع پر کیا حال تھا؟ وہ صبر و تحمل اور وقار کے پہاڑ تھے۔ وہ نازک موڑ پر صحیح رہنمائی کا بہترین نمونہ تھے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کم محبت نہ تھی۔ وفاداری اور جاں نثاری میں وہ کسی سے پیچھے نہ تھے۔ گزر چکا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ آیت پڑھی:

www.quranurdu.com

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (المائدۃ:3)

''آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور تمہارے لیے دین اسلام کو پسند کیا۔''

تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ رونے لگے اور جب یہ سورہ اتری:

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَ رَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا (النصر)

''جب اللہ کی مدد آجائے اور فتح ہو جائے اور تم دیکھو لوگ اللہ کے دین میں جوق در جوق داخل ہو رہے ہیں تو اپنے رب کی حمد و تسبیح کرو اور اس سے مغفرت کی درخواست کرو۔ وہ توبے انتہاء توبہ قبول کرنے والا ہے۔''

تب بھی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بے قابو ہو گئے اور آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑیاں لگ گئیں کیونکہ وہ سمجھ گئے اب آپ کے جانے کے دن قریب آگئے اور یہ کٹھن دن دیکھنے کے لیے وہ پہلے سے تیار ہو گئے۔

یہی وجہ ہے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو ہر طرف کہرام مچ گیا۔ مسلمان کلیجہ تھام تھام کے رونے لگے۔ کتنے لوگ اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھے۔ لیکن حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ صبر و تحمل کا پیکر بنے رہے۔ اس نازک وقت میں مسلمانوں کی صحیح رہنمائی کرتے رہے۔

یہ اللہ تعالیٰ کا دین اسلام پر بہت بڑا فضل ہے اور مسلمانوں کے ساتھ بہت بڑا احسان کہ ایسے خطرناک وقت میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان کو صحیح راہ سجھائی۔ پھسلتے ہوئے انھیں سنبھال لیا اور ان میں پھوٹ پڑنے سے بچا لیا۔

==========

جسد مبارک ڈھکا رکھا تھا۔ حضرت عمر اپنا سر پکڑے بیٹھے تھے۔ سارے مسلمان زار و قطار رو رہے تھے۔ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ انھیں سمجھا رہے تھے کہ یہ خدا کی مشیت ہے۔ مومن کی شان یہ ہے کہ خدا کی مشیت پر صبر کرے۔ اس کے ہر فیصلے کو اپنے لیے بہتر سمجھے۔ ہمیشہ راضی بہ رضا رہے۔ کہ اتنے میں ایک آدمی بھاگا ہوا آیا۔ وہ بے تحاشا چلایا:

''ابو بکر رضی اللہ عنہ ! عمر رضی اللہ عنہ ''

بہت سے انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں اکٹھا ہیں۔ اپنے میں سے خلیفہ چن رہے ہیں۔ جلدی دوڑوں ورنہ ایک فتنہ اٹھ کھڑا ہو گا۔ مسلمانوں میں پھوٹ کا آتش فشاں پھٹ پڑے گا۔''

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ فوراً بھاگے ہوئے گئے۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ بھی راستے میں مل گئے۔ وہ بھی ان کے ساتھ ہو گئے۔ وہاں پہنچے تو دیکھا بہت سے انصار جمع ہیں۔ کچھ مہاجرین بھی موجود ہیں۔ خوب گرما گرم بحثیں ہو رہی ہیں۔ زوروں پر تو تو میں میں جاری ہے۔ ایک دوسرے پر چوٹیں ہو رہی ہیں۔

ان لوگوں نے بر وقت پہنچ کر حالات پر قابو پایا۔ حکمت سے لوگوں کو سمجھایا بجھایا۔ آخر سب کی رائے ہوئی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خلیفہ چن لیے گئے۔ سارا جھگڑا رفع دفع ہو گیا۔

جسدِ مبارک ابھی اسی طرح رکھا تھا۔ جاں نثاروں کا ایک ہجوم تھا جو وہاں جمع تھا۔ لوگ آپ کو آنسوؤں کے نذرانے پیش کر رہے تھے۔

www.quranurdu.com

خلیفہ کا چناؤ ہو چکا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین کا انتظام ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہلایا گیا حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا۔ نہلانے کے بعد تین کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ پھر سارے مسلمانوں کو موقع دیا گیا کہ اپنے محبوب نبی اور محبوب راہ نما پر آخری نظریں ڈال لیں۔ اور دعا و نماز سے بھی فارغ ہو لیں۔

جسد مبارک کے گرد جاں نثاروں کا ہجوم تھا کہ عشق و عقیدت میں ڈوبی ہوئی یہ پر سوز آواز کانوں میں گونجی:

اللہ کے رسول! سلامتی ہو آپ پر

خدا کی رحمتیں اور برکتیں ہوں آپ پر

ہم گواہ ہیں آپ نے اپنے رب کا پیغام پہنچا دیا۔ اور دین کے لیے جان لڑاتے رہے، یہاں تک کہ اللہ نے اسے غالب کر دیا۔

یہ آواز آپ کے یارِ غار حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی آواز تھی۔

مرد نماز سے فارغ ہوئے تو عورتوں کی باری آئی۔ پھر بچوں کو موقع دیا گیا۔ لوگ بے تابانہ آتے اور ٹوٹے ہوئے دل اور بھیگی ہوئی سرخ سرخ آنکھوں کے ساتھ واپس چلے جاتے۔

www.quranurdu.com

وفات کے دو دن بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبر مبارک میں لٹائے گئے پھر قیامت تک کے لیے نگاہوں سے اوجھل ہو گئے۔

قبر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہیں بنی، جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تھا۔ قبر کی جگہ کا مسئلہ آیا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"میں نے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے، جس نبی کی بھی وفات ہوئی، اس کی قبر وہیں بنی، جہاں اس کی وفات ہوئی۔"

چنانچہ بستر مبارک جہاں بچھا ہوا تھا، اس کے چاروں طرف نشانات لگا دیے گئے۔ پھر بستر مبارک وہاں سے کھسکا دیا گیا۔ جہاں آپ کا بستر تھا وہیں آپ کی قبر تیار کی گئی۔ حضرت ابو طلحہ بغلی قبر کھودنے میں ماہر تھے، انہی نے قبر تیار کی۔

قبر تیار ہو گئی تو آپ کا تابوت قبر کے کنارے ہی رکھ دیا گیا۔ لوگ چھوٹی چھوٹی جماعتوں کی شکل میں اندر آتے۔ اور آپ کی نماز پڑھ کر باہر چلے جاتے۔

سب سے پہلے جن لوگوں نے آپ کی نماز پڑھی، وہ حضرت عباس اور بنی ہاشم تھے۔ پھر مہاجرین نے نماز پڑھی، پھر انصار نے۔ اس کے بعد عورتوں کو موقع دیا گیا۔ پھر بچوں کو۔

روایتوں میں آتا ہے، اس طرح سے بہتر بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ ہوئی۔

سب لوگ نماز ادا کر چکے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ، حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت قثم بن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت شقران رضی اللہ عنہ آپ کی قبر میں اترے۔ اور آپ کو سپرد خاک کیا۔

قبر برابر ہو گئی تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اس پر ایک ڈول پانی کا چھڑکاؤ کیا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ایک ڈول پانی کا چھڑکاؤ کیا، اور جاں نثاروں نے نہ جانے کتنے ڈول آنسو اپنی آنکھوں سے بہا دیے!!

البتہ یہ وہ آنسو نہ تھے، جو آج ہماری محفلوں میں بہائے جاتے ہیں۔ یہ وہ آنسو تھے جن کے پیچھے جہاد و عزیمت کی ایک لمبی تاریخ تھی۔ یہ مجاہدوں کے آنسو تھے۔ یہ ان لوگوں کے آنسو تھے جو زندگی بھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی جانیں چھڑکتے رہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی پیغام حق کو سینے سے لگائے رہے۔

وہ کشت اسلام کو اپنے خون جگر سے سینچتے رہے۔ اور شمع ایمان کی روشنی عام کرنے کے لیے اپنی جانوں پر کھیلتے رہے۔

آہ! یہ کتنے قیمتی اور کتنے مقدس آنسو تھے، جو اس وقت ان جاں نثاروں کی آنکھوں سے بہہ رہے تھے۔

وہ آنسو اس عالم میں ایک زبردست انقلاب کا پیش خیمہ تھے۔

وہ آنسو محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم سے پیمان وفا اور پیمان محبت کے آنسو تھے۔

چنانچہ تدفین کے دوسرے ہی دن خلیفہ رسول نے اعلان کرادیا، کہ جہادی قافلے اپنے اپنے محاذوں پر روانہ ہو جائیں۔

ہزاروں درود و سلام اس نبی امیؐ پر جس نے اپنے جاں نثاروں میں انسانیت کا درد پیدا کیا۔ اس کی ہدایت و رہنمائی کے لیے اپنی جانوں پر کھیل جانے کا حوصلہ عطا کیا۔

ہزاروں رحمتیں اور برکتیں ہوں ان بلند ہمت اصحاب رسول پر جن کی رگوں میں ایمان و یقین کی بجلیاں دوڑتی رہیں۔ انھیں چین نہیں آیا جب تک عالم کے چپے چپے پر خدائی نظام نافذ نہ کرلیا۔

آؤ مسلمانو! ہم بھی عہد کریں، اب ہمارا مرنا اور جینا بس اسی دین کے لیے ہوگا۔

آؤ، ہم یہ ثابت کردیں کہ ہم اپنے نبی کے سچے امتی اور اپنے بزرگ صحابہ کے سچے جانشین ہیں:

ہم زمانے کو سکھائیں گے ترا طرزِ حیات
تجھ سے اقرار یہ کرتے ہیں رسولِ عربی!

==========

www.quranurdu.com

محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے تصور میں

وہ جانِ حیات کون و مکان، وہ روحِ نجاتِ انسانی
وہ جس کی بلندی کے آگے افلاک ہوئے پانی پانی
وہ فقر کا پیکر جس کے قدم چھوتا ہے شکوہِ سلطانی
ان سے ہی مجھے نسبت ہے مگر کب ان کی حقیقت پہچانی
احساسِ خطا کی پلکوں سے آنسو بن کر گر جاتا ہوں
کہنے کو مسلماں میں بھی ہوں، لیکن کہتے شرماتا ہوں

خونیں اندھیاروں کی آندھی ہر نور نگلتی جاتی ہے
انسان کی یہ فردوس زمیں دوزخ میں ڈھلتی جاتی ہے
یہ امت جس کے شعلوں میں ہر گام پہ جلتی جاتی ہے
انسان پہ فرشتے روتے ہیں، شیطان کی چلتی جاتی ہے
اسلام کی چیخیں سنتا ہوں، خاموش گزرتا جاتا ہوں
کہنے کو مسلماں میں بھی ہوں، لیکن کہتے شرماتا ہوں

اسلام کی یہ تاریخ الم، طوفان اُٹھے، بھونچال آئے
وہ جن کی نظر تھی عرش رسا، گرتے گرتے پاتال آئے
رُوحوں کی بصیرت سلب ہوئی، دل کے شیشوں میں بال آئے
پیغام عمل دہراتے ہوئے تیرہ سو پریشاں سال آئے
محصور جہادِ ہستی میں۔۔۔۔"قربانی" سے گھبراتا ہوں
کہنے کو مسلمان میں بھی ہوں، لیکن کہتے شرماتا ہوں

آباد ہوئیں عشرت گاہیں، ویران مساجد روتی ہیں
طاری ہے فضا پر موسیقی، پامال اذانیں ہوتی ہیں
بر بادِ خزاں ہے مستقبل، ماضی کی بہاریں سوتی ہیں
پھولوں کے بجائے کانٹوں میں شبنم کے شکستہ موتی ہیں

www.quranurdu.com

یہ وقتِ عمل، کردار ہے شل، کیا دستِ دعا پھیلاتا ہوں
کہنے کو مسلماں میں بھی ہوں، لیکن کہتے شرماتا ہوں

طائف میں مقدس خوں ٹپکا، مکے میں کبھی پتھر کھائے
بس ایک تڑپ تھی کیسی تڑپ؟ انسان ہدایت پا جائے
ہر غم کو لگا کر سینے سے درماں کے طریقے سکھلائے
کیا قہر ہے! یہ انسان اُسی محسن کو بھلا کر کھو جائے

اُف کتنے گناہوں کے ہاتھوں دینی بنیادیں ڈھاتا ہوں
کہنے کو مسلماں میں بھی ہوں، لیکن کہتے شرماتا ہوں

باطل کی بھیانک سازش میں، شیطان کی ظالم گھاتوں میں
اسلام ہوا ٹکڑے ٹکڑے فرقوں میں جتھوں میں، ذاتوں میں
میں میٹھی نیندیں سوتا ہوں اس موت کی کالی راتوں میں
خود اپنے لہو کا پیمانہ رقصاں ہوں اُٹھائے ہاتھوں میں

ماحول کی رگ رگ میں اپنا ناپاک لہو دوڑاتا ہوں
کہنے کو مسلماں میں بھی ہوں، لیکن کہتے شرماتا ہوں

یہ برف سی خاموشی میں مگر۔اک درد بھری آواز ہے کیا؟
مضرابِ عجم نے چھیڑ دیا پھر دینِ عرب کا ساز ہے کیا؟
باطل کے مقابل اُبھرے ہیں پھر چند مسلمان راز ہے کیا؟
کیا ختم ہوئی طاغوتی شب ؟ صبحِ نو کا آغاز ہے کیا؟

سنتا ہوں کہیں سے بانگِ درا، اُٹھتے ہیں قدم، رک جاتا ہوں
کہنے کو مسلماں میں بھی ہوں، لیکن کہتے شرماتا ہوں

شمس نوید عثمانی

www.quranurdu.com

نعت

میسر ہوا گر ایمانِ کامل
کہاں کی الجھنیں کیسے مسائل

نہیں جن میں تمہارا عکس شامل
وہ نقشے ہیں مٹا دینے کے قابل

ثبوتِ عظمت انسانیت ہیں
محمد مصطفیٰ انسانِ کامل

تمہارا ہر قدم شمع ہدایت
تمہارا نقش پا تصویر منزل

ہزار آزادیوں سے لاکھ بہتر
تمہارے عشق کے طوق و سلاسل

تمہارے قول فیصل سے ہوئی ہے
نمایاں خیر و شر کی حد فاصل

سکوں مجھ کو نہیں درکار آقا
بڑھا دیجیے مری بے تابیٔ دل

اجازت ہو تو شاہا! پیش کر دوں
مرے پہلو میں ہے ٹوٹا ہوا دل

حفیظ اس عشق احمد کی بدولت
مجھے ہے دَولت کونین حاصل

www.quranurdu.com